جبریلِ امین خادم دربارِ

مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

Visit Owaisi Books

www.faizahmedowaisi.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ وہ جہاں بھی ہے اُسے حاصل کرو لیکن افسوس ہم نے علم و حکمت کا وارِث ہوتے ہوئے، علم و حکمت سے اپنا ناطہ توڑ دیا اور اِس روحانی اِرتقاع (بلندی) سے محروم ہو گئے، جو ہمیں میراث میں ملا تھا۔ آج مسلمان پَسماندَہ (زوال) سے پَسماندَہ تَر (مزید زوال پذیر) ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں علم کا تَسلُسُل (ربط) مُنقَطِع (ختم) ہو گیا ہے۔

کتاب، علم کی علامت ہے، مگر ہمارے ہاں، خصوصاً دِینی کُتُب کے خریدنے کا تصوُّر بالکل معدوم (ناپید) ہو گیا ہے۔ اس کا یہ سبب نہیں کہ لکھا نہیں جا رہا، لکھا تو بہت جا رہا ہے، لیکن عوامی سطح پر رَغبَت اور شَغَف (شوق) کم ہو گیا ہے۔ یہ رَوَیَّہ یقیناً بے حِسّی (لاپرواہی) کا رَوَیَّہ ہے۔ اس کے تَدَارُک (اصلاح) کی ایک صورت یہ ہے کہ صاحبانِ حَیثِیَّت (ثروت) دِینی کتابوں کی اشاعت اور اُن کی فروخت کی سرپرستی فرمائیں۔

ہم اہلِ سنت کے لیے "آیاتٌ مِن آیاتِ الله"، علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی طالَ الله عمرہ نے گراں قدر (بیش قیمت)، مایۂ ناز (لاجواب) علمی ذخیرہ (سرمایہ) جمع فرمایا ہے، جو کہ بُرھانِ صداقت (دلیل حق) اور سرمایۂ آخرت (ذخیرۂ نجات) ہے۔ راقمُ الحروف (منظور صابر) اور برادرم (میرے بھائی) محمد شمسُ الحق چشتی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اِس سرمایۂ اہلِ سنت کے اکثر مسوّدات (تحریری مواد) کی کمپوزنگ کا موقع میسر آیا (حاصل ہوا)، جو کہ ہمارے لیے دین و دنیا میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔

اِس سلسلے میں برادرم (میرے بھائی) صوفی باصفا، جناب مولانا محمد مختار احمد اویسی رضوی، شب و روز (رات دن) کوشش کر کے، قبلہ حضرت صاحب کی تَصانِیف کی حِفاظَت اور ان کی اِشاعَت کے لیے کوشاں ہیں (کوشش کر رہے ہیں)۔ اللہ ربُّ العِزّت، اس نیک دِل، مُخلِص و مُحترم ہستی کی عمر میں بَرَکتیں عطا فرمائے، اور سرمایۂ اہلِ سنت کی خدمت میں رہتے ہوئے، انہیں دارَین کی سَعادَتوں کا وافر حصہ عطا فرمائے۔ قبلہ حضرت صاحب نے اپنے جُملَہ (تمام) رَسائِل کی اِشاعَت کی اِجازَت مَرحَمَت فرمائی (عنایت کی) ہے۔ اِن شاءَاللہ، عنقریب مزید رَسائِل بھی زِیوَرِ طَبع سے آراستہ (شائع) کیے جائیں گے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

محمد صفدر علی صابر

اَلْحَمْدُ لِمَنْ هُوَ الْأَوَّلُ بِلَا انْتِهَاءِ وَالْآخِرُ بِلَا ابْتِدَاءِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّيِّرِ الْأَنْوَارِ الَّذِي طَلَعَ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَعَرَجَ إِلَى السَّمَاءِ وَنَوَّرَ الْعَالَمَ بِنُورِ الدَّائِمِ الْبَقَاءِ

أما بعد! نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی عزت و عظمت بخشی، یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام جیسے جلیل القدر فرشتے کو آپ ﷺ کی خدمت کے لیے مقرر فرمایا۔ فقیر اس کی تفصیل عرض کرکے اس کا نام رکھتا ہے: "جبریلِ امین خادم دربار محمد ﷺ"۔

اور شرفِ انتساب کرتا ہے بنامِ امام احمد رضا خان محدّث بریلوی قدس سرّہ، جن کے فیض و برکت سے فقیر نے یہ رسالہ تیار کیا۔ آپ کی بھی اس موضوع پر تصنیف ہے، لیکن افسوس کہ تاحال (اب تک) اس کی زیارت سے محروم ہوں۔

فقط والسلام

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ (پاکستان)

اول الخلق صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! "إِنَّ اللهَ خَلَقَ قَبْلَ الاشياء نور نبيك"[1] (مواہب لدنیا، صفحہ 9، جلد1)

ترجمہ: اللہ تعالی نے تمام اَشیاء (چیزوں) سے پہلے تیرے نبی (ﷺ) کے نور کو پیدا کیا۔

معلوم ہوا کہ ساری مخلوقات سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پیدا ہوا، اس لیے حضور ﷺ خدا کی پہلی مخلوق ہیں۔ صرف اِس لیے کہ آپ رَحۡمَةٌ لِّلۡعَالَمِينَ ہیں، اور عالمین کو وجود میں آنے کے لیے خدا کی رُبُوبِیَّت (پروردگاری) کا مَرۡبُوب (پروردہ) بننا ضروری تھا، اور خدا کی رُبُوبِیَّت کے اظہار کے لیے پہلے رحمت کا ہونا ضروری تھا۔ رحمت ہوتی تو اظہارِ رُبُوبِیَّت ہوتا، رحمت نہ ہوتی تو اظہارِ رُبُوبِیَّت بھی نہ ہوتا۔

پس، عالمین میں کوئی ایسا وقت تسلیم کیا جائے کہ عالم ہو اور رحمت نہ ہو، تو اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِينَ نہ ہوں گے، کیونکہ عالمین میں کچھ حصّہ رحمت کے بغیر بھی نظر آئے گا۔ مگر رب نے یہ منظور نہ فرمایا، اور پہلے رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِينَ کو پیدا فرما کر، پھر عالمین کو پیدا فرمایا۔

چونکہ جبرائیل علیہ السلام بھی عَالَمِینَ میں شامل ہیں، اِس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام پر بھی تَقَدُّم حاصل ہے۔ جبرائیل علیہ السلام اتنی طویل عمر کے باوجود، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہی پیدا ہوئے۔ پس، اَوَّل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔

---

[1] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد الاول، باب: تشريف الله تعالى له صلى الله عليه وسلم، ١/ ٤٨، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة مصر

نور کی کرنیں: شارحِ بخاری حضرت امام القَسْطَلّاني علیہ الرحمہ، اوپر مذکور حدیثِ نور درج فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب نُورِ مُحَمَّدِی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا، تو اُس وقت نہ لَوح تھی، نہ قَلَم، نہ جنّت تھی، نہ دَوزَخ، نہ کوئی فِرِشْتَہ تھا، نہ آسْمَان، نہ زَمین، نہ چاند، نہ سُورَج، نہ کوئی جِن، نہ اِنْسَان، کچھ بھی نہ تھا۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا، تو نُورِ مُحَمَّدِی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چار حصّوں میں تقسیم فرمایا۔[2]

☆پہلے حصّہ سے قلمِ قدرت کو پیدا فرمایا ہو۔☆دوسرے حصّہ سے لَوحِ محفوظ کو پیدا فرمایا۔☆تیسرے حصّہ سے عرش کو پیدا فرمایا ہے۔☆چوتھے حصّہ کو پھر چار حصّوں میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصّہ سے حاملینِ عرش (عرش کو اٹھانے والے فرشتوں) کو پیدا فرمایا۔ دوسرے حصّہ سے کرسی کو پیدا فرمایا۔ تیرے حصّہ سے باقی تمام فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ چوتھے حصّہ کو پھر چار حصّوں میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصّہ سے آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ دوسرے حصّہ سے زمینوں کو پیدا فرمایا۔ تیسرے حصّہ سے جنّت و روزخ کو پیدا فرمایا۔ چوتھے حصّہ کو پھر چار حصّوں میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصّہ سے مومنوں کی آنکھوں کا نور پیدا فرمایا۔ دوسرے حصّہ سے مومنوں کے دلوں کا نورِ مَعرفت پیدا فرمایا اور تیسرے حصّہ سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔[3] (مواہب لدنیا، صفحہ۹، جلد۱)

معلوم ہوا نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساری مخلوق پر تَقَدُّم (فوقیت) حاصل ہے اور ہر کمال، جلال و جمال اِسی نور کی بدولت ہے۔

ز قدت سرو بستان آفریدند — ز رویت ماه تابان آفریدند

ز حشمت نرگس از رُوِیِ تو گُل — ز لعلت سنبلستان آفریدند

ز دندان و لبِ جان‌بخشِ عالم — دُر و لعلِ بدخشان آفریدند

نقاب از چهرهٔ زیبا کشادند — بهار از دی‌مه تا جان آفریدند

برای سجده محرابِ ابرو — به دل‌ها ذوقِ ایمان آفریدند

حضرت اِمام قَسطَلانی علیہ الرَّحمۃ کی تشریحِ حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ ساری مَخْلُوق، بشُمول جبرائیل علیہ السَّلام، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نُور کی بدولت مَعرِضِ وُجُود میں آئی، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مَخْلُوق، بشُمول جبرائیل علیہ السَّلام، سے بھی پہلے پیدا کیے گئے۔

جبرائیل علیہ السَّلام نے اپنی عمر کی طِوالَت بَیان کرنے کے لیے کہا کہ چَوتھے حِجاب میں ایک نُورانی تارا ستّر برس کے بعد چمکتا تھا، میں نے اُسے بَہتّر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جَواب سُنا: "وَعِزَّةِ رَبِّي! أَنَا ذَاكَ الْكَوْكَبُ"[4] تو جبرائیل علیہ السَّلام کو معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھ سے بھی پہلے کے ہیں۔

---

[2]) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد الاول، باب: تشريف الله تعالى له صلى الله عليه وسلم، ١/ ٤٨، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة مصر

[3]) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد الاول، باب: تشريف الله تعالى له صلى الله عليه وسلم، ١/ ٤٨، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة مصر

[4]) (ترجمہ: میرے رب کی عزت کی قسم! میں ہی وہ نُورانی تارا ہوں۔)

بشریّت: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے بھی پہلے کے ہیں اور آدم علیہ السلام جبریل علیہ السلام کے بعد پیدا فرمائے گئے اور بشریّت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت بھی موجود تھے جب کہ بشریّت شروع بھی نہیں ہوئی تھی، موجود بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "كُنتُ نَبِيًا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ[5]"، گویا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اور اُس وقت شانِ نبوّت لئے جگمگا رہا تھا، جب کہ ابو البشر (آدم علیہ السلام) پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ نبوّت کے لئے بشریّت کا ہونا ضروری نہیں اگر ضروری ہوتا تو ابو البشر آدم علیہ السلام سے پہلے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نبی کیسے ہوسکتے تھے۔ نبی کے لئے بشر ہونا ضروری نہیں، مگر ہماری ہدایت کے لئے نبی کا بشریّت کے لباس میں آنا ضروری ہے چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہماری ہدایت کی خاطر بشریّت کا جامہ (لباس) پہن کر تشریف لائے۔ نبوّت، بشریّت کی محتاج نہیں۔ امت محتاجِ بشریّت ہے، اپنی ہدایت کے واسطے۔

عارضی بشریّت: بڑے بڑے ائمہ وبزرگانِ دین کا فیصلہ ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بشریّت عارضی ہے، حقیقت آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی نور ہے۔ اس کی تحقیقِ مزید فقیر کی تصنیف "اَلْبَشَرِيَّةُ لِتَعْلِيْمِ الْأُمَّةِ" میں ہے۔

فائدہ: اِسی عالمِ بَشَرِیَّت کی اِقامت کے لیے جِبرائیل علیہ السّلام کو خادِمِ دَرْبار بنایا گیا۔

تخلیق جبریل علیہ السلام کی علّت غائی: علمائے محققین رحمھم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ سیدنا جبریل علیہ السلام خادمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، بلکہ اُن کی تخلیق کی اصل غرض وغایۃ ہی خدمتِ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

چنانچہ حضرت سیّدی عبد العزیز دبّاغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ابریز شریف" میں فرماتے ہیں:

وَسَيِّدُنَا جِبْرِيلُ عليه السلام إِنَّمَا خُلِقَ لخدمة النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم[6] (جواهر البحار، صفحه ٦٥٤، جلد١)

ترجمہ: جبریل علیہ السلام کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

حسن میاں علیہ الرحمۃ نے اِسی کا ترجمہ اِس شعر میں فرمایا ہے۔

خدا نے جب ازل میں نعمتیں تقسیم فرمائیں　　لکھی جبریل کی تقدیر میں خدمت محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی

یہی حضرت دبّاغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[5] جواهر البحار في فضائل النبي المختار، باب: ومن جوهره رضي الله عنه،١/١٦٤، ناشر دار الكتب العلمية، 2010
(ترجمہ: میں اُس وقت بھی نبی تھا، جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی ہی میں تھے)

[6] (الحقيقة المحمدية عند أقطاب السادة الصوفية: إسلاماً وإيماناً وإحساناً، ومن جواهر سيدي عبد العزيز الدباغ أيضاً، سعة معرفته صلي الله عليه وسلم، ص٣١٨، كتاب ناشرون، ٢٠١٢م)

لو عاش سیدنا جبریل مائة ألف عام إلی مائة ألف عام إلی ما لا نهایة له ما أدرك ربعاً من معرفة النبي ، ولا من علمه بربه تعالی[7] (جواهر البحار ، صفحہ ۲۵۴ ، جلد۱)

ترجمہ: جبریل علیہ السلام اگر لاکھوں سال اور بے نہایت عرصہ تک بھی زندہ رہیں پھر بھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم و عرفان کا چوتھا حصّہ بھی حاصل نہیں کرسکتے۔

پھر فرمایا: جبریل علیہ السلام کو جو شان و مرتبہ ملا، سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی بدولت ملا ہے۔ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے اِس طرف اشارہ فرمایا کہ

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بنتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

سوال: تم نے جبریل علیہ السلام کی تخلیق کی علّتِ غائی (اصل غرض) خدمتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتائی، یہ قرآن مجید کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[8]

جواب: قرآن مجید میں ہر ایک کی تخلیق کی علّتِ غائی (اصل غرض) عبادت بتائی گئی ہے، تو وہ خدمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منافی نہیں جبکہ وہ بھی خوشنودئ حق (اللہ تعالیٰ کی رضا) ہے، یہ توعینِ عبادت ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند پر نمازِ (عصر) قربان کر دی اُسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اطاعتِ الٰہی میں شمار فرمایا:

كما قال النبی صلی الله تعالی علیه وسلم "ان علیا في طاعتك وطاعت رسولك صلی الله تعالی علیه وسلم "[9]

حالانکہ نماز قضاء کرنا، طاعت نہیں، معصیت ہے۔ اِس کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِطاعتِ الٰہی قرار دیا۔

جبرائیل علیہ السلام کا تعارف: جبرائیل علیہ السّلام کا قد نہ بہت بُلند ہے اور نہ بہت چھوٹا۔ انہیں سفید رَنگ کا لِباس پہنایا گیا، جو جَواہِر و یَواقیت سے مُرصَّع (مزین) ہے۔ جبرائیل علیہ السّلام کے چہرے کا رَنگ بَرف کی طرح سَفید ہے، ان کے اگلے دانت رَوشن اور چمکدار ہیں، ان کے گلے میں

---

[7] (الحقيقة المحمدية عند أقطاب السادة الصوفية : إسلاماً وإيماناً وإحساناً ، ومن جواهر سيدي عبد العزيز الدباغ أيضاً ، سعة معرفته صلي الله عليه وسلم ، ص۳۱۸ ، كتاب ناشرون ، ۲۰۱۲م)

[8] (الذاريات:۵۶)

[9] (الحقيقة المحمدية عند أقطاب السادة الصوفية : إسلاماً وإيماناً وإحساناً ، ومن جواهر سيدي عبد العزيز الدباغ أيضاً ، سعة معرفته صلي الله عليه وسلم ، ص۳۱۸ ، كتاب ناشرون ، ۲۰۱۲م)۔ ترجمہ: جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا۔

(الإبريز من كلام سيدي الغوث عبد العزيز الدباغ الحسني الصديقي المغربي الفاسي ، الباب السابع في تفسيره رضي الله عنه لبعض ما أشكل علينا من كلام الأشياخ ، ص۴۹۹ ، دار الكتب العلمية ، ۲۰۱۰م)

منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية ، فصل: قال الرافضي التاسع حديث رد الشمس لعلي رضي الله عنه والرد عليه ، ۸/۱۹۲ ، الناشر: جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية ، الطبعة: الأولى ، ١٤٠٦ هـ ١٩٨٦ م

خُوبصورت مُوتیوں کاہار ہے، اور ان کے سُرخ یاقُوت کے ایک ہزار چھ سو بازُو ہیں۔ ہر دو بازُوؤں کے درمیان پانچ سال کی مَسافت کے برابر فاصِلہ یابُعد(دوری) ہے۔ ان کی گردن بڑی خُوبصورت اور لمبی ہے، ان کے قَدَم سُرخ اور پِنڈلیاں زَرد ہیں۔ ان کے پَر، جن سے وہ پَرواز کرتے ہیں، زَعفَران سے بنے ہوئے ہیں، جِن کی تَعداد سَتّر ہزار ہے۔ یہ پَر، سَر سے لے کر قَدَموں تک ہیں، اور ہر ہر پَر پر چاند اور سِتارے ہیں، جبکہ ان کی آنکھوں کے مَابَین شَمس (سورج) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں میکائیل علیہ السّلام کے پانچ سَو سال بعد پیدا فرمایا۔ جِبرائیل علیہ السّلام ہر روز جنّت کی ایک نَہر میں ایک ایک قطرہ سے نَہاتے ہیں، پھر اپنے بدن کو جھاڑتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کے ایک ایک قَطرے سے ایک ایک فِرِشتہ پیدا فرماتا ہے، پھر وہ فِرِشتے بَیتُ المَعمُور کا طَواف کرتے ہیں۔

ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت ہے کہ جِبرائیل علیہ السّلام روزانہ سَحَر کے وقت اُس نُور کی نَہر میں غُسل فرماتے ہیں، جو عَرش کے دائیں طَرَف واقع ہے۔ اس سے ان کا نُور پہلے سے زِیادہ تابندہ ہو جاتا ہے، اُن کا حُسن و جَمال دُوبالا ہو جاتا ہے، اور اُن کی عَظمت بھی بَڑھ جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے پَروں کو جھاڑتے ہیں، تو ہر ہر پَر سے ستّر ستّر ہزار قَطرے ٹپکتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اُن میں سے ہر ایک قَطرے سے ستّر ستّر ہزار فِرِشتے پیدا فرماتا ہے۔ ان میں سے ہر روز ستّر ہزار فِرِشتہ بیتُ المَعمُور میں داخِل ہوتا ہے، اور ستّر ہزار بیتُ اللہ میں داخِل ہوتا ہے۔

جبرائیل علیہ السلام کی رہائش: جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سدرہ پر لائے اور زمین ادب سے چوم کر رخصت چاہی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت کیوں تنہا چھوڑتے ہو؟ عرض کی: مجھ میں آگے بڑھنے کی طاقت نہیں **وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ** (میں اپنے مقامِ مقررسے تجاوز نہیں کر سکتا)، اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے تشریف فرما ہوں، میں اپنی خدمت پوری کر چکا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ تک لے جانے کا وعدہ نہ کیا تو اب کیوں ٹھہرتے ہو؟ یہ فرمایا اور جبرائیل علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ایک قدم آگے بڑھایا کہ ناگاہ جبرائیل علیہ السلام ہیبتِ الٰہی سے مثل چڑیا کے ہو کر لرزنے اور کانپنے لگے اور آہ و زاری کرنے لگے، عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے میرے مقام پر جلد واپس فرمائیے ورنہ اگر ایک پودہ بھر آگے قدم بڑھاؤں گا، ہیبت و جلالِ باری سے جل جاؤں گا۔

اگر یکسر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوز و پرم

تب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل! قسم ہے عزت و جلالِ الٰہی کی، میں جتنا آگے بڑھتا اور نزدیک ہوتا ہوں شوقِ وصال (ملنے کا شوق) زیادہ ہوتا ہے۔

وعدہ وصل چوں شو و نزدیک شوق تیز تر گردد

اور جِبرائیل علیہ السّلام کو ہیبَتِ الٰہیہ سے پگھلا ہوا اور قَریب (تھا کہ) نَابُود (فنا) ہو جائے، دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مُبارَک سے اِشارہ فرمایا۔ چُنانچِہ، پانچ سَو برس کی راہ، جو آپ ﷺ نے ایک قَدَم میں طے فرمائی تھی، ایک ہی اِشارے میں طے فرما کر اُنہیں اُن کے مَقام پر پہنچا دیا۔ نِدا آئی: اے مُحمَّد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! تُو فِکر میں تھا کہ میری اُمَّت حَشر کے دِن راہِ دُور و دَراز، قِیامت و پُلِ صِراط کِس طرح طے کرے گی؟ اب دیکھ، کہ ایک اِشارے میں پانچ سَو برس کی راہ طے کر لی، اور ایک قَدَم میں جِبرائیل علیہ السّلام کو پانچ سَو برس کی راہ لے آیا۔ پس، اگر قِیامت کے دِن بھی اِسی طرح لَبِ

شَفاعت (زبانِ شَفاعت) ہِلا کر پچاس ہزار برس کی راہ ایک دَم میں قطع (عبور) کر دے، اور اپنی اُمَّت کو آنِ واحِد (ایک لمحے) میں اِس دُور دَراز اور پُرخَطر (خطرناک) راستے سے سَلامت (نکال) لے، تو کیا عجب ہے۔

جبرائیل علیہ السلام کے حاجت روا محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: حُضُورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابراہیم علیہ السَّلام کی پیشانی میں نُور تھا اور اُن کی پُشت میں مُوتی تھا۔ پھر جب ابراہیم علیہ السَّلام کو کافِروں نے گوپھن (غُلیل) کے پلّے بِٹھا کر آگ میں پھینکنا چاہا، اُس وَقت جِبرائیل علیہ السَّلام نے اُن سے کہا: اَلَکَ حَاجَۃٌ؟ '(کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟) حضرت ابراہیم علیہ السَّلام نے فرمایا: لیکن تیری طرف نہیں۔' جِبرائیل علیہ السَّلام نے پھر پوچھا، حضرت ابراہیم علیہ السَّلام نے وہی جواب دِیا۔ آخر میں جِبرائیل علیہ السَّلام نے کہا: کیا تمہیں اپنے رَب کی طرف حاجت ہے؟ 'حضرت ابراہیم علیہ السَّلام نے جواب دیا: کیا کوئی ایسا دوست (ہوتا) ہے، جِسے اپنے دوست کی طرف حاجت نہ ہو۔

جبرائیل علیہ السَّلام نے کہا: "پھر آپ اپنے رب سے سوال کریں کہ وہ آپ کی اِس حال میں مدد کرے۔" حضرت ابراہیم علیہ السَّلام نے فرمایا": ھُوَ أَعْلَمُ بِحَالِي مِنْ سُؤَالِي إِلَيْهِ" [10] حضور نبیّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس مقام پر فرمایا: "میں نے جبرائیل علیہ السَّلام سے اُس وقت کہا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو مبعوث کرے گا، تو اے جبرائیل! میں تیری اِس نیکی کا، جو تُو نے میرے باپ ابراہیم علیہ السَّلام سے کی ہے، بدلہ دوں گا۔"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس رات مجھے معراج ہوا اور جبرائیل علیہ السَّلام میرے ساتھ تھے، یہاں تک کہ ہم ایک مقام پر پہنچے، تو جبرائیل علیہ السَّلام وہاں ٹھہر گئے اور آگے جانے سے معذرت کے ساتھ انکار کیا۔ تو میں نے جبرائیل علیہ السَّلام سے کہا: اے جبرائیل! بھلا ایسے مقام میں بھی کوئی دوست کسی دوست سے جدا ہوتا ہے؟ 'جبرائیل علیہ السَّلام نے کہا: اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! یہ وہ جگہ ہے، اِس سے آگے اگر میں تجاوز کروں تو نور مجھے جلا کر راکھ کر دے گا۔

میں نے کہا' :اللہ کی طرف تیری کوئی حاجت ہے؟ 'اُس نے کہا' :ہاں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے رب سے میرے لیے اِس بات کا سوال کریں کہ قیامت کے دن وہ مجھ کو حکم دے کہ میں پل صراط پر اپنے پر بچھا دوں اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمّت اُس کے اوپر سے گزر جائے۔ [11]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" :بَارَكَ اللهُ لَكَ يَا جِبْرَائِيلُ "(اے جبرائیل! اللہ تمہیں برکت دے)۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نِدا آئی کہ 'محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دریائے نور میں غوطہ دے۔ جبرائیل علیہ السَّلام نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو غوطہ دیا۔ اُس غوطہ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ستر ہزار پردوں کو پھاڑ کر ان کے آگے نکل گئے۔ ان پردوں میں سے ہر پردے کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ کے برابر تھی۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سونے کے عرش تک پہنچے۔ وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا، جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو موتیوں کے حجاب تک لے گیا۔

---

[10] (ترجمہ: وہ میرے سوال کرنے کے بغیر میرے حال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے)۔

[11] (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية. المقصد الخامس الإسراء والمعراج. ۴۸۲/۲. المكتبة التوفيقية. القاهرة مصر)

فرشتے نے اُس حجاب کو ہلایا۔ حجاب کے پردے سے صدا آئی" : کون ہے یہ؟ "فرشتے نے جواب دیا" : میں فَرَاشُ الذّاھَب کا فرشتہ ہوں اور میرے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ "اُس حجاب کے فرشتے نے کہا" : اللّٰهُ أَكْبَرُ "(اللہ سب سے بڑا ہے)۔ پھر اُس حجاب کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور مجھ کو اُٹھایا اور اپنے سامنے بٹھایا۔ اِسی طرح میں ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی طرف نقل کرتا رہا(منتقل ہوتا رہا)، یہاں تک کہ میں نے ستر ہزار حجاب سے تجاوز کیا۔ ان میں سے ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ کے برابر تھی۔

اِس کے بعد میں نورِ اَبْیَض (سفید نور) کے دریا پر پہنچا۔ وہاں ایک فرشتہ تھا۔ اگر کوئی پرندہ اُس کے ایک کاندھے سے پانچ سو سال تک اُڑتا رہے، تو پھر بھی وہ اُس کے دوسرے کاندھے تک نہ پہنچے۔ اِس کے بعد مجھ کو آگے چلایا گیا۔ میں ایک نورِ اَحْمَر (سرخ نور) کے دریا تک پہنچا۔ اُس کے کنارے پر بھی ایک فرشتہ تھا۔ وہ فرشتہ اتنا بڑا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اُس کو یہ حکم دے کہ زمین و آسمان کو نگل جائے، تو وہ نگل جائے۔ پھر رَفْرَف مجھ کو لے کر آگے گیا۔[12]

جبرائیل علیہ السلام ، الوداع: اس وقت اُس فِرِشتے نے پسِ پَردہ سے ہاتھ باہر کر کے، بمع بُراق، اُٹھالیا اور حضرتِ جبرائیل علیہ السلام وہیں ٹھہر گئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے جبرائیل! آپ مجھے اِس جگہ کیوں چھوڑتے ہو؟ "تو حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی : میں کیا کروں؟ مجھے آگے پَرواز کرنے کی طاقت نہیں ہے، اِس لیے کہ وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ[13] کہ جس کے آگے ہم کو تجاوُز کا حق نہیں۔ یہاں بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بدولت آگیا، وَرنہ میرا اصلی مَقام وہ ہے جسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سِدرَۃُ الْمُنتَہیٰ پر مُلاحَظہ فرمایا تھا، جو کہ بہت دُور رہ گیا ہے۔"[14]

اُس وقت حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے ہاتھ مُبارَک سے حضرتِ جبرائیل علیہ السلام کو قابو کر کے ایک قدم چلے۔ کہتے ہیں کہ خُدا تعالیٰ کی ہیبَت اور اُس کے جَلال سے حضرتِ جبرائیل علیہ السلام چڑیا کے برابر ہو گئے، لَرزہ بَراَندام (لرزتے ہوئے) اور آب دیدہ ہو کر عرض کیا: لَوْ دَلَوْتُ أَنْمُلَةً لَا حْتَرَقْتُ بِالِي[15] (مشکوٰۃ شریف) "اِس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اِشارہ فرمایا، اور ایک ہی اِشارے میں اُنہیں اُن کے مَقام پر پہنچا دیا۔ رِوایَت ہے کہ اِس ایک قَدَم میں پانچ سو سال کی راہ طے ہو چکی تھی۔[16] (مَعَارِجُ النُّبُوَّۃ. صَفْحَہ ۴۵۰)

جبرائیل امین علیہ السلام، خادمِ دربار: ہر شے کی تخلیق کی کوئی نہ کوئی غرض و غایت ہے، جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق کی غرض وغایت یہی ہے کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت بجالائیں۔ اس کی تفصیل راقم الحروف نے رسالۂ ہٰذا (اس رسالہ) میں قدرے بیان کی ہے۔

خدماتِ جبرائیل علیہ السلام

معرکہ بدر:

---

[12] (مَعَارِجُ النُّبُوَّۃ. سدرۃ المنتھی. جبریل کا مقام. ۴۵۲/۲. مکتبہ نبویہ. گنج بخش روڈ. لاہور. ۲۰۰۰ء)

[13] (ترجمہ: اور ہم سب فِرِشتوں میں سے کوئی ایسا فِرِشتہ نہیں، جِس کا خاص مَقام معلوم نہ ہو)

[14] (مَعَارِجُ النُّبُوَّۃ. سدرۃ المنتھی. جبریل کا مقام. ۴۵۱/۲. مکتبہ نبویہ. گنج بخش روڈ. لاہور. ۲۰۰۰ء)

[15] (ترجمہ: اگر میں اُنگلی کے پُورے کے برابر بھی قریب ہو جاؤں تو میرے پَر جَل جائیں گے۔)

[16] (مَعَارِجُ النُّبُوَّۃ. سدرۃ المنتھی. جبریل کا مقام. ۴۵۰/۲. مکتبہ نبویہ. گنج بخش روڈ. لاہور. ۲۰۰۰ء)

☆ امام بُخاری رحمہ اللہ، حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"هَذَا جبرئیل آخذ بِرَأْس فرسه عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْب".[17] (خصائص الکبری، جلد ا، صفحہ ۲۰۰)

ترجمہ: یہ جبرائیل ہیں، اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہیں، اور ان کے ساتھ جنگ کا پورا سامان ہے۔

ابو جعلی و حاکم و بیہقی، علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں: کہ جنگِ بدر میں تین مرتبہ سخت آندھی آئی ایسی آندھی میں نے کبھی نہ دیکھی، پہلی آندھی جبرائیل علیہ السلام تھے جو ایک لاکھ ملائکہ (فرشتوں) کے ہمراہ آئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے، دوسری آندھی میکائیل علیہ السلام تھے، جو ایک ہزار ملائکہ کی فوج کے ساتھ آنے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور تیسری آندھی اسرافیل علیہ السلام، اسرافیل نزل بألف من الملائكة عن ميسرة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (خصائص الکبری، جلد ا، صفحہ ۲۰۱)[18] "یعنی حضرتِ اِسرافیل علیہ السلام تھے، جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تھے اور حضورِ اکرم ﷺ کے میسرہ بنے۔"

☆ امام بیہقی ربیع سے راوی ہیں: حضرت انس نے فرمایا: جنگِ بدر میں جن کافروں کو ملائکہ نے قتل کیا، ان کو ہم اس طرح جانتے ہیں "ممن قتلوهم بضرب فوق ضربهم"[19] یعنی جن کو فرشتے قتل کرتے تھے، ان کی ضرب سے پہلے، وہ کافر مر چکے ہوتے تھے۔

تصرّفاتِ جبرائیل علیہ السلام: حضرتِ جبرائیلِ امین علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں، جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے اور قرآنِ کریم میں "إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ"[20] (یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے) سے حضرتِ جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ آپ ﷺ نے قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے پڑھا ہے۔ سُہیلی نے کہا: "یہ جائز نہیں کہ کہا جائے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے، اگرچہ آپ ﷺ بھی عزت والے رسول ﷺ ہیں۔" اس لیے کفار کے اِس مقالہ کے ردو تکذیب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جنہوں نے کہا تھا کہ "یہ قرآن، نبی پاک ﷺ نے از خود فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا کہ "إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ"۔

اور حضرتِ جبرائیل علیہ السلام کو "امین" اس لیے فرمایا کہ وہ وحی کے امین ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قول (قُرآن) اللہ تعالیٰ کا ہی ہے، لیکن اسے حضرتِ جبرائیل علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا، اس لیے ہے کہ اسے (قرآن کو) وہی اسے لے کر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس معنی پر اس (قول) کی اسناد، جبرائیل علیہ السلام کی طرف باعتبارِ سببِ ظاہری، اِنزال (نازل کرنے) و ایصال (پہنچانے) کے ہے۔ جس پر یہ دلیلِ قوی موجود ہے کہ رسول سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں، وہ یہ کہ بعد کو فرمایا: وہ بڑی قوت والا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جو تمام صفات صرف اور صرف جبرائیل علیہ السلام کی ہیں یعنی قرآن کریم لانے والا وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء کی طرف اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و معظم ہے، ایسے ہی لوگوں کے نزدیک بھی کیونکہ وہ افضل العطایا لاتا

---

17) الخصائص الكبرى، بأب: ذكر المعجزات الواقعة في الغزوات، ۳۳۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت۔

18) الخصائص الكبرى، بأب: ذكر المعجزات الواقعة في الغزوات، ۳۳۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت۔

19) الخصائص الكبرى، بأب: ذكر المعجزات الواقعة في الغزوات، ۳۳۲/۱، دار الكتب العلمية بيروت۔

20) (الحاقة:۴۰)

ہے، یعنی معرفت وہدایت، اور وہ اہلِ ایمان پر مہربان اور کفار پر اور اعداء(دشمنوں) پر قہر برساتا ہے۔ ذی قوۃ(قوت والا ہے) یعنی سخت قوت والا، جیسے ان کے لئے فرمایا ہے: "شدید اقوی" جس امر کے لئے انہیں مقرر کیا جائے، اس پر بڑی قوت رکھتا ہے، نہ کسی سے عاجز ہوتے ہیں نہ کمزور۔

جبریلی قوت وطاقت: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ تعالی نے تمہاری قوت بیان فرمائی، مجھے کچھ نمونے سنایئے۔ عرض کی کہ میں نے لوط علیہ السلام کی چار بستیاں پانی کی، تہ سے اپنے پروں کے اگلے حصے سے اٹھائیں، آسمان تک لے گیا جن کے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی آواز آسمان والوں نے سُنی پھر میں نے انہیں الٹ دیا۔(جن کی تفصیل قرآن کریم میں ہے)

ثمود کی قوم کا انجام: حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قوت تھی کہ ثمود کی قوم پر صبح کے وقت ایک چیخ ماری تو سب کے سب گھٹنوں کے بل زمین پر ڈھیر ہوگئے۔

جبرائیل علیہ السلام کی پرواز: سیدنا جبرائیل علیہ السلام "آسمان سے زمین پر، پھر زمین سے آسمان پر آنکھ جھپکنے سے پہلے آجاتے ہیں۔

شیطان کو ہندوستان دھکیل دیا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارد گرد پھرتا دیکھا(یہ وہ شیطان ہے جو انبیاء کرام کے درپے آزاد رہتا ہے) اسے ایک معمولی سا دھکا دیا تو مکہ معظمہ سے ہندوستان کے آخری کونے میں جا گرا۔ اُسی شیطان کو عیسی علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرتا دیکھ کر اُسے پھونک ماری تو اُسے بیت المقدس سے ہندوستان کے آخری کونے کے جبل(پہاڑ) پر پہنچا دیا۔[21](روح البیان، پارہ ۳۰، صفحہ ۱۴۸)

کعبہ شریف تک پہاڑ الٹ دیئے:

عن الخليل بن عبد الله الأزدي، عن رجل من الأنصار: أن رسول الله ﷺ أقام رهطا على زوايا المسجد؛ ليعدل القبلة. فأتاه جبريل فقال: ضع القبلة وأنت تنظر إلى الكعبة. ثم قال بيده هكذا. فأماط كل جبل بينه وبين القبلة. فوضع تربيع المسجد وهو ينظر إلى الكعبة. لا يحول دون نظره شيء. فلما فرغ قال جبريل بيده فأعاد الجبال والشجر والأشياء على حالها. وصارت قبلته إلى الميزاب.[22](مدينة الرسول في خلاصة الوفا. صفحه: ١٥٦. جلد دوم)

ترجمہ: خلیل بن عبد اللہ ازدی، انصار کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ایک جماعت سے فرمایا: مسجد کی سمت قِبلہ متعین کرے۔ "تو حضرتِ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: حضور ﷺ! آپ سمتِ متعین کریں، آپ تو کعبہ کو دیکھ رہے ہیں۔" پھر حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نے ہاتھ کے اِشارے سے درمیان میں موجود پہاڑ، اشجار(درخت) اور جملہ اشیاء ہٹادیے۔ جب حضورِ اکرم ﷺ تعینِ سمتِ قبلہ سے فارغ ہوئے، تو حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ، اشجار اور تمام اشیاء کو ان کی اصل حالت پر واپس لوٹا دیا، اور آپ ﷺ کا قِبلہ میزابِ رحمت کے مطابق متعین ہوا۔

---

[21] (روح البيان، پاره ٣٠، التكوير: ٢٠ الى ٢٥، ١٠/٣٥١، دار الفكر، بيروت لبنان)

[22] (خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى، الباب الرابع في عمارة مسجدها الأعظم النبوي ومتعلقاته والحجرات المنيفات، ص٢٠١، كتاب ناشرون، ٢٠١٢ء)

کمالاتِ جبرائیل علیہ السلام: حضرت جبرائیل علیہ السلام معمولی فرشتہ نہیں، بلکہ آپ جملہ ملائکہ کرام علیہم السلام کے صدر اور سردار ہیں، بہت بڑے تصرّفات کے مالک ہیں، ان کے کمالات و تصرّفات فقیر نے رسالہ "تعارفِ جبرائیل علیہ السلام" میں جمع کئے ہیں۔ یہاں ایک نمونہ ملاحظہ ہو، تاکہ یقین ہو جن کے خادم کا یہ عالَم ہے، مخدوم ﷺ کا عالَم کیا ہو گا۔

بنی اسرائیل میں سامری نام کا ایک سُنار تھا۔ یہ قبیلہ سامرہ کی طرف منسوب تھا اور یہ قبیلہ گائے کی شکل کے بت کا پجاری تھا۔ سامری جب بنی اسرائیل کی قوم میں آیا تو اُن کے ساتھ بظاہر یہ بھی مسلمان ہو گیا، مگر دل میں گائے کی پوجا کی محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہوئے اور بنی اسرائیل نے ایک بُت پرست قوم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے لئے بھی ایک بُت کی طرح کا خدا بنانے کی درخواست کی تو حضرت موسی علیہ السلام اِس بات پر ناراض ہوئے، سامری موقعہ کی تلاش میں رہنے لگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لانے کے لئے کوہِ طور پر گئے تو موقعہ پا کر سامری نے بہت سازیور پگھلا کر سونا جمع کیا اور اُس سے ایک گائے کا بُت تیار کیا اور پھر اُس نے کچھ خاک، اُس گائے کے بُت میں ڈالی تو وہ گائے کے بچھڑے کی طرح بولنے لگا اور اُس میں جان پیدا ہو گئی، سامری نے بنی اسرائیل میں اُس بچھڑے کی پوجا شروع کرا دی اور بنی اسرائیل اُس بچھڑے کے پجاری بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس تشریف لائے تو قوم کا یہ حال دیکھ کر بڑے غصے میں آگئے اور سامری سے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ سامری نے بتایا کہ میں نے دریا سے پار ہوتے وقت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ جبرائیل کے گھوڑے کے قدم جس جگہ پر پڑتے ہیں وہاں سبزہ اُگ آتا ہے۔ میں نے اُس گھوڑے کے قدم کی جگہ سے کچھ خاک اٹھائی اور وہ خاک میں نے بچھڑے کے بُت میں ڈال دی تو یہ زندہ ہو گیا اور مجھے یہی بات اچھی لگی، میں نے جو کچھ کیا اچھا کیا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا: اچھا جا تو دور ہو جا، اب اِس دنیا میں تیری سزا یہ ہے کہ تو ہر ایک سے یہ کہے گا کہ مجھے چھونہ جانا یعنی تیرا یہ حال ہو جائے گا کہ تو کسی شخص کو اپنے قریب نہ آنے دے گا، چنانچہ اُس کا واقعی یہ حال ہو گیا کہ جو کوئی اُس سے چھو جاتا تو اُس چھونے والے کو اور سامری کو بھی سخت بخار ہو جاتا، اور انہیں بڑی تکلیف ہوتی، اِس لئے سامری چیخ چیخ کر لوگوں سے کہتا پھر تا کہ میرے ساتھ کوئی نہ ملے اور لوگ بھی اُس سے اجتناب کرتے (دور رہتے) تاکہ اُس سے لگ کر بخار میں مبتلانہ ہو جائیں۔ اس دنیا کے معاملات میں گرفتار ہو کر سامری بالکل تنہا رہ گیا اور جنگل میں چلا گیا اور بڑا ذلیل ہو کر مرا۔[23] (روح البیان، صفحہ ۵۹۹، جلد ۲)

فائدہ: جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی یہ شان ہے کہ جہاں وہ پڑ جاتے ہیں، وہاں سبزہ اُگ آتا ہے، گویا اُس مٹی میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے، ایسے قدموں والا گھوڑا وہ ہے جو جبریل علیہ السلام کی سواری کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور جبریں علیہ السلام وہ ہیں جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، گویا یہ ساری برکتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیں۔

حاضری جبرئیل علیہ السلام: حضرت جبریل علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، چنانچہ آدم علیہ السلام کے ہاں بارہ مرتبہ، حضرت ادریس علیہ السلام کے ہاں چار مرتبہ، حضرت نوح علیہ السلام کے ہاں پچاس مرتبہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں بیالیس مرتبہ، حضرت موسی علیہ السلام کے ہاں ایک سو چار مرتبہ اور حضرت عیسی علیہ السلام پر دو مرتبہ نازل ہوئے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

[23]) روح البیان، طه: ۹۷، ۱۰۱، ۴۲۱/۵، الناشر: دار الفکر بیروت

چوبیس ہزار مرتبہ بروایتِ دیگر چھتیس ہزار مرتبہ حاضر ہوئے، حالانکہ ان حضرات کی لمبی عمریں تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف صرف تریسٹھ برس تھی۔اِس کے باوجود آپ ﷺ کی خدمت میں سب سے زیادہ حاضر ہوئے۔[24] (اتقان، وغیرہ)

فائدہ: بار بار حاضری کا سبب آیاتِ قرآنی پیش کرنے کے علاوہ اور بھی اُمور تھے جن کی خدمات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انجام دیں۔

اسی لئے کیا خوب فرمایا

بے لقائے یار ان کو چین آجا تا اگر　　　بار بار آتے نہ یوں جبرائیل سدرہ چھوڑ کر

جبرئیل علیہ السلام کی عمر: ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ عرض کی: اتنا مجھے معلوم ہے کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی ستارہ ستر ہزار سال کے بعد طلوع ہوتا ہے میں نے اسے بہتر ہزار بار دیکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

وعزة ربي أنا ذلك الكوكب[25]　　　**ترجمہ:** میرے رب کی عزت کی قسم! میں ہی وہ نورانی تارہ ہوں ۔

(جواہر البحار، تاریخ الخمیس، سیرت حلبی، وغیرہ)

فائدہ: اتنی بڑی عمر اور خدمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہی اعلیٰ، اعزاز اور اونچا اکرام ہے۔

ز ہے عزت و اعتلائے محمد　　　کہ ہے عرشِ حق زیر پائے محمد (ﷺ)

پائے جبرائیل نے سرکارت سے کیا کیا القاب　　　خسر و خیل ،ملک، خادم، سلطان عرب

تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے، جبرائیل علیہ السلام سے بھی پہلے، نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور کون اندازہ لگائے کہ کتنی. مدّتِ خاص اپنے پاس رکھا اور سب نبیوں کے بعد دنیا میں مبعوث فرمایا۔ غور فرمایئے اتنی مدّت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس رہے۔رب العزت نے اپنے محبوب کو کیا کیا نہ سکھایا، پڑھایا اور عطا فرمایا ہو گا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر صاحب نے کیا خوب کہا۔

سیکھتے حق سے رہے سارے علومِ حکمت　　　یاں کے آنے میں نہ تھی شاہ کی تاخیر عبث

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو　　　دیکھتے ہو مہ و خورشید کی تنویر عبث

تخلیقِ کائنات کی علّتِ غائی (اصل غرض) اِس کے بارے میں خود خدا فرماتا ہے:

لولاک لما أظهرت الربوبية[26]　　　**ترجمہ:** میرے محبوب! اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی رُبوبیت ظاہر نہ فرماتا۔

---

[24]) خزينة الاسرار ، باب الآيات والاحاديث الصحيحة الواردة في أنواع نزول الوحي و بيان أعداده، ص ١١، المطبعة الخيرية ، ١٨٩٢م

[25]) (السيرة الحلبية=إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون ، باب نسبه الشريف، ١/٤٧، دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠٠٢م)

(جواهر البحار في فضائل النبي المختار صلي الله عليه وسلم ، ومن جواهر سيدي السيد عبد الله الميرغنى رضي الله عنه، ٢/٥٢٣، دار الكتب العلمية بيروت، ٢٠١٠م)

[26]) (مکتوبات امام ربانی، مکتوب صدوبست ودوم (١٢٢)، ٣/٥٦٨، سعید ایچ ایم کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی)

(مکتوبات امام ربانی، صفحہ ۲۳۲، جلد ۳)

یہ حدیثِ قدسی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے **مکتوبات شریف** میں درج فرمائی ہے۔ اِس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رُبوبیّت کے اظہار کے لئے سارے عالموں سے پہلے رحمۃ للعالمین کو پیدا فرمایا گیا۔

ترا قد مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے　　　　تجھے بُو کر بنا اللہ نے رحمت کی ڈالی ہے

فائدہ: ایسے بڑی شان والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کی خدمت کے لیے بھی ایک بڑی شان والا فرشتہ، حضرت جبریل علیہ السلام، کو مقرر فرمایا۔ اس موضوع کو احادیثِ لولاک سے مُوثَّق (مستند) کریں، اور حدیثِ لولاک معنًا صحیح ہے۔ تحقیق کے لیے دیکھیے فقیر کا رسالہ "شرحِ حدیثِ لولاک"۔

خدماتِ جبریل علیہ السلام، تخلیق کے بعد سے جاری ہیں۔ مروی ہے کہ خواجۂ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو نہایت حسین (خوبصورت) پیدا فرمایا اور انہیں چھ سو (600) پر عطا کیے، جن میں سے ہر ایک کی درازی (لمبائی) مشرق سے مغرب تک تھی، تو جبریل علیہ السلام نے اپنے آپ کو دیکھ کر کہا: اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے زیادہ بھی کسی کو حسین پیدا کیا ہے؟ ارشاد ہوا: نہیں۔"

اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر دو رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں ایک ہزار برس قیام کیا۔ جب وہ نماز پڑھ چکے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! تو نے میری ایسی عبادت ایسی کی کہ اب تک مثل اس کے کسی نے عبادت نہیں کی تھی۔ لیکن آخر زمانے میں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نماز پڑھے گی، جو بہت ضعیف (کمزور) اور گنہگار ہوگی۔ وہ نماز میں سہو (بھول)، نقصان (کمی)، طرح طرح کے خیالات اور گناہوں کے ساتھ بہت جلدی نماز ادا کرے گی۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اُن کی وہ نماز تمہاری اِس نماز سے زیادہ افضل ہے، اس لئے کہ اُن کی نماز میرے حکم سے ہے، اور تمہاری نماز بے حکم کے ہے۔" حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا: اے اللہ! تو اُن کو اِس نماز کے بدلے میں کیا دیگا؟ حکم ہوا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا)": میں انہیں جنّت دوں گا۔" (یہ سن کر) حضرت جبریل علیہ السلام نے جنّت دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ حکم ہوا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا)": اچھا، دیکھو"! پھر حضرت جبریل علیہ السلام جنّت میں آئے (داخل ہوئے) اور ہر طرف اُڑ کر سیر کرنے لگے۔ اُڑتے وقت جب وہ اپنے پروں کو کھولتے تو تین ہزار (3000) سال کا راستہ طے کرتے تھے، اور جب پروں کو بند کرتے تو بھی اتنا ہی فاصلہ طے ہوتا تھا۔ اسی طرح برابر تین سو (300) برس تک اُڑتے رہے۔ آخر کار حضرت جبریل علیہ السلام تھک کر ایک درخت کے نیچے اتر کر سجدہ کیا اور سجدے میں عرض کیا": اے اللہ! کیا میں نصف (آدھی)، یا تہائی (ایک تہائی) یا چوتھائی جنّت تک پہنچ گیا؟" ارشاد ہوا: "اے جبریل! اگر میں تجھے اتنی ہی قوت اور دوں، اتنے ہی پر اور عطا کر دوں، اور پھر تو تین سو (300) برس تک اُڑا کرے، تو پھر بھی جنّت کے دسویں حصے تک نہیں پہنچ سکتا۔ جتنا میں نے امتِ محمدی کو دو رکعت نماز کے عوض میں دیا ہے، اس کی نمازوں میں سے"! (مرآۃ الواعظین، صفحہ ۷۹، جلد ۱)

فائدہ: اس سے جبریل علیہ السلام کو دکھایا گیا کہ جس آقا علیہ السلام کا اُنہیں خادم بنایا گیا ہے، ان کی امت کی یہ شان ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا رفعت و شان ہوگی۔

حضرت جبریل علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر (خادم ہیں) ایک دن حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لی اربعة وزراً وزیرای في السماء ووزیرای فی الأرض اما وزیرای في السماء فجبرائیل و میکائیل ووزیرای في الأرض فأبو بکر وعمر[27] (مشکوۃ شریف، ۵۵۲)

ترجمہ: میرے چار وزیر ہیں، دو آسمان میں اور دو زمین پر آسمان میں جو میرے دو وزیر ہیں ان میں ایک جبرائیل علیہ السلام اور دوسرا میکائیل علیہ السلام ہے۔

فائدہ: حدیثِ پاک میں بتایا گیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار وزیر ہیں، یہ سب کو معلوم ہے، یہ وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں ثابت ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالمین کے بادشاہ اور حاکم ہیں۔ آسمان حضور ﷺ کی وسیع سلطنت کے دو صوبے ہیں۔ شب معراج حضور ﷺ اپنی ہی سلطنت کے ایک صوبہ میں تشریف لے گئے۔ وزیر ہمیشہ با اختیار ہوا کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی وزیر بھی ہو اور بے اختیار بھی ہو۔ اگر وزیر کو کوئی اختیارات حاصل نہ ہو تو وہ وزیر کیسا؟ آج کل جو لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ممبر اور پھر وزیر بننا چاہتے ہیں کیا وہ لاکھوں روپیہ اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ وہ بے اختیار ہو جائیں؟ معلوم ہوا کہ وزیر با اختیار ہوتا ہے پھر جس حاکم کے وزیر با اختیار ہوں، وہ حاکم خود کیوں با اختیار نہ ہو گا؟

مگرہ مولوی اسمٰعیل دہلوی (دیوبندی اور غیر مقلدین کے معتمد) کی مَنْطِق (سوچ) نرالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔[28] (تقویۃ الایمان، صفحہ ۴۷)

گویا جس بادشاہ کے وزیر تو با اختیار ہیں۔ وہ بادشاہ خود کسی چیز کا مختار نہیں۔ چه بے خبر ز مقام محمد عربی است۔[29]

حضور اکرم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم حاکم ہیں: ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا نے حاکم مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت سورۃ النساء کی آیت: ۶۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ[30]

ترجمہ: اے محبوب ﷺ تمہارے رب عزوجل کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ لوگ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے، جب تک تمہیں اپنا حاکم نہ مانیں گے، گویا وہ اللہ کو بھی مان لیں، جنّت و دوزخ کو بھی مان لیں، قیامت پر بھی ایمان لے آئیں مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر حاکم نہ مانیں گے تو وہ مسلمان ہرگز نہ ہونگے۔ حضور علیہ السلام کو حاکم ماننا، مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ حاکم بے اختیار نہیں ہوتا۔ ملک کا سربراہ حاکم ہوتا ہے اور سارے ملک پر اسے اختیار حاصل ہوتا

---

[27]) مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، الباب: مناقب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما، الفصل الثاني، ۳/۱۷۱۰، الحديث: ۶۰۶۵، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ۱۹۸۵

[28]) (تقویۃ الایمان از اسماعیل دھلوی، ص۵۹، ناشر فخر العبید اعظمی)

[29]) ترجمہ: محمد عربی ﷺ کے مقام سے کتنا بے خبر ہے۔ طضیائی

[30]) (النساء: ٦٥)

ہے۔ کیا کبھی آپ نے سنا کہ فلاں صاحب ضلع کے ڈی سی ہیں مگر اختیار انہیں کسی بات کا نہیں۔ یا تو اسے ڈی سی نہ کہیے یا پھر اسے سارے ضلع کا مختار مانئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا تو ساری کائنات کا رسول و حاکم نہ کہیے یا پھر انہیں ساری کائنات کا مختار مانئے۔ حاکم نہ مانئے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھئے اور حاکم مانئے تو انہیں بااختیار مانئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختار بھی ہیں:

ثابت ہوا کہ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کے رسول بھی ہیں اور حاکم بھی۔ یعنی ساری کائنات پر آپ ﷺ کو اختیار حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اختیار عطا فرما کر انہیں حاکم بنایا ہے۔ آپ ﷺ اپنے اختیار سے جو چاہیں حکم فرمائیں۔ ہمیں آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرنا پڑے گی۔ آپ ﷺ صاحبِ شریعت ہیں۔ آپ ﷺ کی زبانِ انور سے جو حکم ہو جائے وہی شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ آپ ﷺ جس چیز کو چاہیں واجب کر دیں، جسے چاہیں ناجائز کر دیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷ میں فرمایا کہ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ[31]

ترجمہ: (وہ رسول) انہیں بھلائی کا حکم دیگا، برائی سے منع کرے گا، ستھری چیزیں ان کے لیے حلال کرے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تحلیل و تحریم کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی ہے کہ ستھری چیزوں کو وہ حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزوں کو حرام کرنے والے حضور ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے وہ یہ ہیں:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحْمُ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ وَٱلْمُنْخَنِقَةُ وَٱلْمَوْقُوذَةُ وَٱلْمُتَرَدِّيَةُ وَٱلنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ ٱلسَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى ٱلنُّصُبِ[32]

ترجمہ: تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس پر ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جسے تم ذبح کر لو اور جسے تھان (ذبح گاہ) پر ذبح کیا گیا۔

قرآن مجید کی حرام کردہ چیزوں کی اس فہرست میں دیکھ لیجئے کہیں کتے کا ذکر نہیں آیا کہ وہ بھی حرام ہے۔ گدھے، گیڈر، بھیڑئے، شیر، ریچھ، بلے، سانپ، بچھو اس کے علاوہ بول (پیشاب) و براز (پاخانہ) وغیرہ کسی چیز کا بھی تو نام نہیں آیا، نہ صرف اسی مقام پر بلکہ قرآن پاک سارا پڑھ جائیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی تو ان چیزوں میں سے کسی چیز کو حرام نہیں فرمایا، پھر کیا ان سب گندی چیزوں کا استعمال جائز ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے سورۃ الحشر، آیت ۷ میں حکم فرمایا ہے کہ

---

[31] (الاعراف:۱۵۷)

[32] (المائدہ:۳)

وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْ وَٱتَّقُواْ[33]

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

یعنی میری (اللہ کی) بیان فرمودہ حرام چیزوں کے علاوہ کون کونسی چیز حرام ہے اور کون کونسی حلال؟ یہ تفصیل میرے رسول ﷺ سے پوچھو اس لئے کہ میں نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شان سے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷ میں ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ[34]

کے مطابق پاک اور ستھری چیزیں حلال فرماتا اور ناپاک وگندی چیزیں حرام فرماتا ہے، چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا کہ:

«أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ أَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمْ لحم الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ (مشکوۃ شریف ،صفحہ ۲۱)[35]

ترجمہ: جان لو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی (یعنی حدیث)۔ خبر دار! عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے کہے گا کہ تم صرف قرآن کو دیکھو۔ اس میں جس چیز کو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جس چیز کو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ حالانکہ جس چیز کو اللہ کا رسول حرام فرمادے وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ نے اُسے حرام فرمادیا ہو۔ جان لو کہ تمہارے لئے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کیل واو تاد (کینچلی کے دانت والا) درندہ جانور۔

گدھے، کتے، شیر، بلے وغیرہ درندے حضور علیہ السلام نے حرام کئے ہیں، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گدھے، شیر، چیتے، بلے، کتے بھیڑ یئے، چیل وغیرہ جملہ درندے جانور، خدا نے قرآن میں حرام نہیں فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں انہیں حرام فرمایا ہے۔ اب جو لوگ قرآن ہی کو حجت سمجھتے ہیں اور حدیث کے منکر ہیں اور جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع و مختار نہیں مانتے ان کو چاہیے کہ وہ ان جانوروں کا بھی گوشت کھایا کریں۔

گندی چیزوں کوبھی حضور علیہ السلام نے حرام کیا ھے:

---

[33] (الحشر: ۷)

[34] (الاعراف: ۱۵۷)

[35] مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، الباب: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی، ۱/ ۵۷، الحدیث: ۱۶۳، الناشر: المکتب الإسلامي – بیروت، الطبعۃ: الثالثۃ، ۱۹۸۵

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو فرماتے: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الخُبُثِ وَالخَبَائِثِ[36]

ترجمہ: اور قرآن میں خدا تعالی نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان بیان فرمائی کہ

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ[37] **ترجمہ:** وہ ناپاک و گندی چیزوں کو حرام فرماتا ہے۔

توجو لوگ حدیث کے منکر اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شارِع و مختار ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ انہیں ان "مغلّظات" (ناپاک و گندی چیزوں) کا بھی استعمال کرنا چاہیے۔ کروڑوں درود اور کروڑوں سلام اُس ذات گرامی پر جس نے اپنی امت کو پاک وصاف چیزیں کھلائیں۔ اور ناپاک و گندی چیزوں سے بچایا۔ آج دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کتے بڑے شوق سے کھاتے ہیں، فلپائن (Philippines) میں جا کر دیکھ لیجئے، چین میں چوہے، سانپ اور مینڈک کھائے جاتے ہیں۔ دور نہ جائے ہندوستان کے ہی ایک وزیر اعظم کو دیکھ لیجئے جو اپنا پیشاب آپ پیتا رہا اور اخباروں میں دوسروں کو بھی تلقین کرتا رہا کہ تم بھی اپنا پیشاب پیا کرو اس میں بڑی طاقت کے اجزا پائے جاتے ہیں۔ یہ احسان ہے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک دنیا پر کہ ناپاک و گندی چیزوں سے بچایا اور پاک و ستھری چیزوں کو حلال فرمایا۔

حدیث پاک میں "وَ مثله معه" آیا ہے یعنی میں قرآن دیا گیا ہوں اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی۔ حدیث کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کے مثل فرمایا ہے۔ حالانکہ قرآن کا دعوی یہ ہے کہ وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا۟ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِۦ[38]

یعنی اگر اس کتاب قرآن پاک میں کوئی شک ہے تو اس کی مثل ایک سورۃ بنا کر دکھاؤ۔"

خدا تو قرآن پاک کو بے مثل فرماتا ہے اور حضور ﷺ حدیث پاک کو اس کی مثل بتا رہے ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ قرآن پاک فَصاحَت و بلاغَت کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ حضور ﷺ نے جو حدیث کو مثلِ قرآن فرمایا ہے وہ فَصاحَت و بلاغَت کے لحاظ سے نہیں فرمایا بلکہ اس لحاظ سے فرمایا کہ جیسے قرآن کے حلال و حرام سے کوئی چیز حلال ہو جاتی ہے اِسی طرح حدیث کے حلال و حرام کرنے سے بھی کوئی چیز حلال و حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اِس حقیقت کو حدیث کے یہ الفاظ بیان کر رہے ہیں: إِنَّمَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ الله[39]

یعنی جس چیز کو اللہ کا رسول حرام فرما دے، وہ ویسے ہی حرام ہے جیسے اللہ نے اُسے حرام فرما دیا ہو۔

---

[36]) صحيح البخاري، كتاب الوضو، الباب ما يقول عند الخلاء، ١/ ٤٠، الحديث: ١٤٢، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي) الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ

[37]) (الاعراف:١٥٧)

[38]) (البقرة:٢٣)

[39]) سنن الترمذي، كتاب العلم، باب ما نهي عنه أن يقال عند حديث النبي صلى الله عليه وسلم، ٣٧/٥، الحديث ٢٦٦٤، دار الكتب العلمية

سنن ابن ماجه، كتاب المقدمة، باب تعظيم حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم والتغليظ على من عارضه، ٦/١، الحديث ١٢، المكتبة العلمية

فائدہ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصرّف واختیار کا دائرہ وسیع ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف "اِلْخِتِیَارُ الْکُلّ لِلْمُخْتَارِ الْکُلِّ"۔

اختیارالکل کی دلیل: صرف ایک دلیل یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں: بخاری شریف میں روایت موجود ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي[40] یعنی بیشک اللہ دیتاہے اور میں تقسیم کرتاہوں اور خازن ہوں۔

فائدہ: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِس ارشاد مبارک سے ثابت ہوا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ جس کسی کو عطا فرماتا ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام اسے تقسیم فرماتے ہیں یعنی کائنات میں جس کسی کو جو کچھ ملتاہے، خواہ دینی نعمت ہو یا دنیاوی یا اُخروی حسّی نعمت ہو یا روحانی، اولین وآخرین سب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ کرامت سے ملتی ہے۔ آپ قاسمِ نُعماالٰہی (خدا کی نعمتوں کو تقسیم فرمانے والے) ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے کنجی بردار (خازن) ہیں۔ علماء کو علم، فقہا کو فقہ، اولیاء کو ولایت، شہدا کو شہادت، صابرین کو صبر، شجاعوں (بہادروں) کو شجاعت، شاکرین کو شکر، امیر کو امیری، دولت مندوں کو دولت، حسینوں کو حسن، دنیاداروں کو دنیا، دینداروں کو دین، بادشاہوں کو بادشاہی، حاکموں کو حکومت، سرمایہ داروں کو سرمایہ، جاگیرداروں کو جاگیر حتیٰ کہ انبیاء کو نبوّت اور رسولوں کو رسالت، عطاء اللہ تعالیٰ نے کی ہے لیکن ملی مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وَساطت و وسیلہ سے ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تقسیم فرمانے والے ہیں اور جو ملتاہے وہ تقسیم کرنے والے کے ہاتھ سے ہی جاتا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے کیاخوب فرمایا

کون دیتا ہے، دینے کو منہ چاہیے   دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

نکتہ: حدیث پاک میں **یُعطیٰ** کے متعلق ذکر نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کیا دیتا ہے۔ اسی طرح "**قاسِم**" کے متعلق بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا تقسیم فرماتے ہیں اور فنِ بلاغَت کا قاعدہ ہے کہ جہاں فعل وشبہ فعل کا متعلق (مفعول) مذکور نہ ہو وہاں مراد عام ہوتی ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز عطا فرماتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر چیز تقسیم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطائے عام سے کسی کو انکار نہیں اور بمطابق فرمان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقسیم عام کا بھی اقرار کرنا پڑے گا انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ

قولِ حق قرآن ہے، قولِ پیغمبر ہے حدیث   اہلِ حق کے واسطے تقریر ہے دونوں کی ایک

اس نے بخشا دل تو اس نے دعوتِ اسلام دی   یہ نبی اور وہ خدا تدبیر ہے دونوں کی ایک

بخاری شریف، صفحہ ۱۷۹ پر ارشاد نبوی ہے:

إِنِّي أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الأَرْضِ[41] یعنی مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

---

[40]) صحيح البخاري، كتاب فرض الخمس، الباب قول الله تعالى: {فأن لله خمسه وللرسول} [الأنفال:٤١] "، ٨٤/٤، الحديث: ١٤٢، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ

[41]) صحيح البخاري، كتاب جنائز، الباب الصلاة على الشهيد"، ٩١/٢، الحديث: ١٣٤٤، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ

اور اسی بخاری، صفحہ ۴۳۹ پر یہ بھی ارشاد موجود ہے: مَآ أُعْطِيكُمْ وَلَآ أَمْنَعُكُمْ ، إِنَّمَآ أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ[42]

ترجمہ: جو کچھ میں تم کو دیتا ہوں اور جو کچھ میں تم سے روکتا ہوں وہ سب اللہ تعالی کے حکم سے کرتا ہوں ۔

اِسی طرح مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: سل اور مطلق ارشاد فرمایا، کسی چیز کی تخصیص نہیں فرمائی۔ ان تصرّفات (اختیارات) کی روشنی میں محدّثینِ کرام بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانے و نعمتیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ کرامت میں تفویض (سپرد) فرمائے ہیں اور آپ ﷺ کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ جس کو چاہیں، جو چاہیں، جتنا چاہیں، عطا فرمادیں۔[43]

شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

فإن من جودك الدنيا وضرتها　　　　و من علومك علم اللوح والقلم

ترجمہ: بیشک آپ ﷺ کے جود کا دنیا و آخرت ایک حصہ ہے اور آپ ﷺ کے علوم میں لوح و قلم ایک قطرہ۔

جبرائیل علیہ السلام کا اعترافِ غلامی: جب آیہ شریفہ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ[44] نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے رحمة اللعٰلمین بنایا ہے، میری رحمت میں سے تمہیں کیا حصہ ملا؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے انجام و عاقبت کا خوف کرتا تھا، جب آپ ﷺ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور مجھے سفیرِ وحی مقرّر کیا گیا تو سورة التکویر میں اللہ تعالی نے ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي ٱلْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ[45] کہہ کر میری تعریف فرمائی "فاٰمنت الثناء الله عز وجل علی" یعنی پس اللہ عزوجل کے اس فرمان سے مجھے یقین ہوا کہ میرا انجام بہتر ہو گا، عزازیل (شیطان) کی طرح ذلیل و خوار نہ ہوں گا۔

فائدہ: اس میں جبریل علیہ السلام کا اعتراف ہے کہ اُسے جو فضیلت و کرامت نصیب ہوئی ہے، وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صدقہ اور آپ ﷺ کے طُفیل ہے۔

سلسلۂ حاضری کا اجمالی بیان: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی شِکمِ مادَر (ماں کے پیٹ) میں جلوہ افروز تھے، جب سے جبریل امین نے بشارتوں کا سلسلہ شروع کر دیا اور جب حضور ﷺ اِس خاکدان ارضی (زمین) کو منوّر کرنے کے لئے تشریف لائے تو وہ فرشتوں کے بہت بڑے جلوس کے ساتھ خوشیاں منانے کے لئے اترے، اُس کے بعد اُنہوں نے اس وقت آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات فرمائی، جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو سعید کی بکریاں لیکر جنگل میں تنہائی کی خاطر تشریف لے جایا کرتے تھے اس وقت ابتدائی عمر شریف تھی اور پھر کئی سالوں تک یہ سلسلہ بند

---

[42]) صحيح البخاري ،كتاب فرض الخمس، الباب قول الله تعالى: {فأن لله خمسه وللرسول} [الأنفال: ٤١] "" ، ٤ / ٨٥، الحديث: ٣١١٧ ، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ

[43]) صحيح مسلم ،كتاب الصلاة، الباب: فضل السجود والحث عليه"" ، ١/ ٣٥٣، الحديث: ٤٨٩، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت

[44]) (الانبیاء: ۱۰۷)

[45]) (التکویر: ۱۹-۲۱)

رہا، اس کے بعد ہو سکتا ہے وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے ہوں مگر غارِ حرا میں وہ جس دل نواز شان اور عظیم پیغام کے ساتھ آئے وہ بڑا اہم ہے اس کے بعد تو تانتا بندھ گیا(بار بار آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا) اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک وہ بیشمار مرتبہ آئے۔

جبریل علیہ السلام خواب میں: ایک مرتبہ نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے، اتنے میں آپ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا، دو شخص اوپر سے اترے ہیں، ایک پائنتی (پاؤں مبارک) کی طرف کھڑا ہو گیا اور ایک سِرہانے، پھر ایک نے دوسرے سے کہا: یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جو دعوت لے کر اٹھے ہیں اس کی کوئی مثال فرمائیے۔

دوسرا: اے آرام فرمانے والے محبوب ﷺ! ذرا غور اور توجہ سے سنئے آپ کی اور آپ کی امت کی مثال ایک بادشاہ کی سی ہے جو ایک خوبصورت شہر آباد کرے اور اس میں بڑے خوشنما، نظر افروز اور چمکدار محل بنائے اور اسے خوب سنوارے، پھر وہ ایک بہت وسیع پیمانے پر دعوت کا انتظام کرے اور لوگوں کے پاس اپنے رسول بھیجے جو آکر دعوت دیں، چنانچہ ان رسولوں کے ساتھ کچھ لوگ تو آجائیں اور کچھ لوگ بالکل توجہ نہ دیں، سنیے اللہ تعالیٰ وہ بادشاہ ہے، اسلام وہ شہر ہے اور محل وہ جنّت ہے اور اے محبوب ﷺ! وہ رسول آپ ﷺ ہیں، جس نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی وہ شہر یعنی اسلام میں داخل ہو گیا اور اس میں آنے کے بعد وہ محل یعنی جنّت میں داخل ہو گیا جہاں وہ دعوت کا سارا سامان موجود پائے گا۔

جبریل علیہ السلام بارگاہِ نبوّت میں: کبھی کبھی حضرت جبریل امین علیہ السلام عام انسانوں کی طرح دیہاتی، شہری، مجاہد یا سائل کی صورت میں بھی بارگاہِ نبوّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری دیا کرتے تھے اور صحابہ کرام بھی انہیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ کئی جنگوں میں وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوش بدوش لڑتے بھی دیکھے گئے اور اس حیثیت سے بھی کہ سر پر عمامہ بندھا ہوا ہے بڑی حسین و جمیل صورت ہے اور آکر حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے سوال و جواب شروع کر دیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ہم بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا خوبصورت، سفید پوش اور کالی زلفوں والا شخص آیا، جس کے چہرے کے سکون اور کپڑوں کی حالت سے سفر کے آثار نظر نہیں آتے تھے اور کوئی شخص اس سے متعارف بھی نہیں تھا۔ وہ حضور علیہ السلام کے سامنے بڑے ادب سے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا اور عرض کی: مجھے اسلام کے متعلق کچھ پوچھنا ہے۔ آقائے دوعالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور رمضان المبارک کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو فریضۂ حج ادا کرو۔ اس کے بعد اس نے ایمان اور احسان کے بارے میں سوال کیا اور حضور ﷺ نے جواب دیا مگر جس چیز نے ہمیں محوِ حیرت (زیادہ حیران) کر دیا، وہ اس شخص کا یہ انداز تھا کہ جب آقا ﷺ اسے کوئی چیز بتا دیتے تھے تو وہ کہتا تھا کہ آپ ﷺ درست فرما رہے ہیں۔ کچھ ٹھہر کر جب وہ چلا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا، وہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمہیں دین کے متعلق ضروری باتیں بتانے کے لئے آئے تھے۔

جبریل علیہ السلام کی عمر: یہ واقعات بخوبی بتاتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری عمر شریف سے واقف تھے اور ولادت سے لیکر وصال تک ساری زندگی ان کے سامنے تھی، اس لئے خالقِ دوجہاں جل جلالہ نے اپنے محبوب ﷺ کو جن اوصاف اور اچھے خصائل (اخلاق) سے متّصف کیا، وہ سب جبریل علیہ السلام کی نگاہوں میں تھے۔ انہیں حسنِ یوسف کی جھلک، رخِ محبوب ﷺ میں نظر آتی تھی۔ مسیحائی عیسی کا کرشمہ وہ محبوب ﷺ کے دستِ اقدس میں دیکھتے تھے، جلالِ موسوی اور جمالِ ابراہیمی، گریۂ یعقوبی اور عظمتِ سلیمانی کے تمام مَناظر، اُنہیں یکجا مسجد نبوی

میں دکھائی دیتے تھے۔ لیکن ممکن ہے انہیں کبھی اپنی سدرہ نشینی کا خیال آگیا ہو اور وہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ میرا مقام بہت بلند ہے، بلکہ کتبِ تواریخ سے اس چیز کو توثیق ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی عمر کی طویل مدّت کو دیکھ کر بھی اس قسم کا کوئی نظریہ قائم کر بیٹھے ہوں، چنانچہ اول تو قدرت نے اپنے محبوب ﷺ کو سدرہ سے بھی اوپر بلا کر جبریل امین کو یہ دکھادیا یہ زمین کے مکین دراصل عرش نشین ہیں اور دوسری طرف خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنے مقام کا اظہار فرمادیا اور اس کے لئے ایسا طریقہ اختیار فرمایا کہ خود جبریل علیہ السلام بھی زبردست اور باعظمت مَلَک (فرشتہ) ہونے کے باوجود ایک لحظہ کے لئے ضرور ہکّے بکّے رہ گئے ہوں گے۔ جبریل علیہ السلام تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دریافت فرمایا۔ حضور! میری عمر کا اندازہ آپ ﷺ اس سے لگا سکتے ہیں میں حجابِ چہارم میں ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد دیکھا کرتا تھا اور میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر پوچھا ذرا یہ تو بتاؤ جب سے ہم اس دنیا میں تشریف لائے ہیں کبھی اس ستارے کو دیکھا ہے؟ جبریل بولے جب سے حضور ﷺ رونق افروز ہوئے ہیں میں نے اس روشن اور خوبصورت ستارے کی زیارت نہیں کی۔ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے جبریل سنو! وعزة ربي جلاله انا ذالك الكوكب یعنی مجھے اپنے رب کے جلال و عزت کی قسم! وہ ستارہ میں ہی ہوں۔

جبریل علیہ السلام ایک عاشق: جبریل علیہ السلام کی تمام خیال بندیاں زائل ہو گئی ہوں گی اور اُن کے تصوّر میں یہ بات آگئی ہو گی کہ یہ ایسی بارگاہ ہے جس کی ہم پایہ (ہم پلہ) کوئی بارگاہ نہ دیکھی ہے اور نہ قیامت تک دیکھی جا سکتی ہے۔

ادب گاہ ہست زیر آسماں از عرش نازک تر

چنانچہ حضرت روح القدس جبریل امین علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جب یہ حقیقت کھل گئی کہ ہماری لمبی عمر اور بلندی پر موجود ہونے کے باوجود معنوی لحاظ سے محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے بھی اوپر تشریف لے جاسکتے ہیں اور جہاں ہمارے پر جلتے ہیں سرکار ﷺ کی ہستی بلا تامُّل (بلا جھجک) وہاں سے اپنی پرواز شروع کرتی ہے تو وہ آقا کی اداء عظمت، محبوبیت اور جلالتِ شان پر دل و جان سے فریفتہ ہو گئے اور آپ ﷺ کے اسمِ گرامی پر اس حد تک عاشق ہو گئے۔

امتِ مصطفی ﷺ کے لئے جبریل علیہ السلام کے پر قربان:

جبریل علیہ السلام نہ صرف حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمات کے لئے خوش ہیں، انہیں آپ ﷺ کی امت کی خدمت کے لئے بھی راحت و فرحت ہے، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نمرود نے جب آگ میں پھینکا تو جبریل علیہ السلام فوراً حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور! اللہ سے کہیے آپ علیہ السلام کو وہ اس آتشکدہ (آگ) سے بچالے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے جسم کے لئے اتنی بلند و بالا ہستی سے یہ معمولی سا سوال کروں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: تو اپنے دل کے بچانے کے لئے ہی کہیے۔ فرمایا: یہ دل اس کے لئے ہے، وہ اپنی چیز سے جو چاہے سلوک کرے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور! اتنی تیز آگ سے آپ ڈرتے کیوں نہیں؟ فرمایا: اے جبریل علیہ السلام

یہ آگ کس نے جلائی؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: نمرود نے۔ فرمایا: اور نمرود کے دل میں یہ بات کس نے ڈالی؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: رب جلیل نے۔ خلیل علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر اُدھر حکمِ جلیل ہے، تو اِدھر رضائے خلیل علیہ السلام ہے۔[46] (نزهة المجالس، صفحه ۲۰۴، جلد ۲)

فائدہ: نزهة المجالس کی اس روایت سے قبل یہ بھی ہے کہ نمرودیوں نے جب حضرت خلیل علیہ السلام کو منجنیق (Catapult) میں رکھ کر آگ میں پھینکنا چاہا تو زمین و آسمان اور فرشتے کانپ اٹھے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کرنے لگے الٰہی! یہ لوگ تیرے خلیل کو آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں جب کہ ان کے سوا زمین میں ایک شخص بھی تیری عبادت کرنے والا نہیں، ہمیں اجازت دے تاکہ ہم ان کی مدد کریں۔ خدا نے فرمایا: وہ میرا خلیل ہے، اس کے سوا میرا کوئی خلیل نہیں اور میں اس کا الٰہ (معبود) ہوں، میرے سوا اس کا کوئی الٰہ نہیں، اگر وہ تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو اور اگر وہ میرے سوا تم سے مدد نہ چاہے تو میرے اور میرے خلیل کے درمیان سے ہٹ جاؤ، میں جانوں یا میرا خلیل پھر پانیوں کا فرشتہ حضرت خلیل کے پاس حاضر ہوا اور کہا اگر آپ چاہیں تو میں پانی سے یہ ساری آگ بجھا دوں پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں یہ ساری آگ ہوا سے بکھیر دوں۔ حضرت خلیل نے فرمایا: مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں، میرا اللہ مجھے کافی ہے پھر جبریل حاضر ہوئے اور یہی عرض کیا کہ کوئی حاجت ہو تو فرمایئے۔ فرمایا: تم سے کوئی حاجت نہیں۔ اس کے بعد جبریل نے عرض کیا کہ حضور! پھر اللہ سے کہیے تو حضرت خلیل علیہ السلام نے وہ جواب دیا جو حکایت کے شروع میں موجود ہے۔

مقامِ تسلیم ورضا: حضرتِ خلیل علیہ السلام تسلیم ورضا کے ایسے بلند مقام پر فائز تھے، جہاں ان کی نظر صرف خدا کی رضا پر تھی۔ خدا کی مرضی کے سامنے ان کی اپنی کوئی مرضی تھی ہی نہیں۔ اسی لئے انہوں نے فرشتوں سے مدد چاہنے سے انکار کر دیا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ خدا کے سوا کسی مقبول بندے سے مدد چاہنا شرک ہے۔ اگر کوئی یوں سمجھ بیٹھے اور کہنے بھی لگے۔ تو ہم پوچھیں گے کہ کیا اس لئے شرک ہے کہ خدا کے مقبول بندے مدد کر نہیں سکتے۔ اگر کہا جائے کہ ہاں۔ تو ہم پوچھیں گے کہ پھر فرشتوں نے کیا خدا سے جھوٹ کہا کہ الٰہی ہمیں اجازت دے تاکہ ہم ان کی مدد کریں۔ پانی وہوا کے فرشتوں نے بھی حضرتِ خلیل علیہ السلام سے جھوٹ کہا کہ آپ چاہیں تو ہم یہ آگ پانی وہوا سے بجھا دیں اور جبریل علیہ السلام نے بھی ایسے ہی کہہ دیا کہ کوئی حاجت ہو تو فرمایئے۔ اگر وہ واقعی مدد نہیں کر سکتے تھے تو خدا تعالیٰ سے جب انہوں نے کہا: الٰہی تو ہمیں اجازت دے تاکہ ہم ان کی مدد کریں خدا نے انہیں کیوں نہ فرمایا کہ تم کیسے مدد کر سکو گے، جب کہ تم مدد کر ہی نہیں سکتے۔ فرمایا: تو یہ فرمایا کہ وہ اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔ گویا خدا نے ظاہر فرمایا کہ میری عطا سے تم مدد کر تو سکتے ہو مگر میرا خلیل تم سے مدد چاہے گا نہیں، اسی طرح پانی وہوا کے فرشتوں کو بھی مدد کرنے کی خداداد طاقت تھی مگر خلیل علیہ السلام نے مدد چاہی ہی نہیں، جبریل امین کو بھی حاجت روائی کی خداداد طاقت تھی مگر حضرتِ خلیل علیہ السلام نے ان سے بھی مدد چاہی ہی نہیں۔

اگر کہا جائے کہ وہ مدد کر تو سکتے ہیں، مگر ان سے مدد چاہنا شرک ہے تو ہم کہیں گے کہ فرشتوں نے خدا سے کیا اس امر کی اجازت طلب کی تھی کہ اللہ تو ہمیں حضرت خلیل علیہ السلام سے شرک کا ارتکاب کرانے کی اجازت دے اور پانی وہوا کے فرشتوں اور جبریل علیہ السلام نے بھی حضرت خلیل علیہ السلام سے شرک کا ارتکاب کرنے کی درخواست کی تھی (معاذ اللہ)۔ بات دراصل یہ ہے کہ خدا کے مقبول بندوں میں مدد کرنے کی خداداد طاقت بھی تھی اور حضرتِ خلیل علیہ السلام ان سے مدد چاہ بھی سکتے تھے مگر اس وقت وہ تسلیم ورضا کے ایسے بلند مقام پر فائز تھے کہ فرشتوں سے مدد چاہنے کو اس وقت

---

[46] نزهة المجالس: منتخب النفائس، فصل في ذكر ابراهيم عليه السلام، ص۱۸۸، المطبعة الكستلية، ۱۸۶۳ھ

وہ تسلیم ورضا کے خلاف سمجھ رہے تھے تو خود خدا سے بھی مدد طلب فرمانے کو وہ تسلیم ورضا کے منافی جانتے ہوئے یوں فرمارہے تھے کہ اُدھر حکمِ جلیل ہے تو اِدھر رضائے خلیل ہے۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ترکِ رضائے خویش پئے مرضی خدا

ٹھہر گئے جبریل علیہ السلام: سیرت کی کتابوں میں ہے کہ شبِ معراج سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبریل علیہ السلام کے رک جانے کا واقعہ مشہور اور ہر صاحب ذوق مسلمان شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھتا، سنتاہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور سرورِعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو گویا عرض کی۔

اگر یکسر موئے بر تر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم[47]

تفصیل اس کی یوں ہے کہ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام، دوسرے پر یحیٰ وعیسیٰ علیہما السلام، چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرماتے ہوئے سدرہ پر تشریف فرما ہوئے، وہاں پر جبریل علیہ السلام بھی رک گئے، اب جہاں پر جبریل علیہ السلام جیسی ہستی بھی رک جاتی ہے وہاں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا خصوصی سفر شروع ہوتا ہے۔ کیا خوب کہا گیا۔

ہم بقدر خوایش رسیدہ اندر آنجا جائے کہ نیست تو آنجا رسیدد

ترجمہ: دوسرے انبیاء علیہم السلام نے اپنی قدر ومنزلت کے مطابق بہت بڑی پروازیں کیں لیکن جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے وہاں کوئی نہیں پہنچ سکا۔

حاجت جبریل علیہ السلام: جب جبریل علیہ السلام سدرہ پر رُک گئے، آگے جانے سے معذوری کا اظہار کیا، تو سرکار ﷺ نے فرمایا: " یا جبرئیل علیہ السلام هل لك من حاجة الی ربک یعنی اے جبریل علیہ السلام! تم تو یہیں ٹھہر گئے اور ہم تو اپنے رب عزوجل کے پاس جارہے ہیں، رب عزوجل کے دربار میں یہ ہماری خصوصی حاضری ہے اگر کوئی حاجت پیش کرنا ہو تو کہو۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا! یہ درخواست منظور کرادیجئے کہ پلِ صراط پر مجھے اپنے پر بچھانے کی اجازت مل جائے، میں پلِ صراط پر پروں کو بچھادوں اور آپ ﷺ کی امت میرے پروں پر سے گزرتی ہوئی پلِ صراط کو عبور کرے۔[48] (مدارج، سیرت حلبی وغیرھا)

ابراھیم و جبریل علیھما السلام: اس مقام پر یہ بات بھی یاد رکھئے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو کافروں نے آگ میں ڈالا، اس وقت نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صُلبِ ابراہیم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا اور جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا تھا "أَلَكَ حَاجَةٌ؟" (مرقاۃ) ابراہیم علیہ السلام کچھ حاجت ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: تم سے کوئی حاجت نہیں۔[49]

---

47) "ترجمہ: حضور ﷺ! آگے آپ ﷺ ہی تشریف لے جایئے، میں اب اگر آپ ﷺ کے ساتھ آگے چلا تو فروغ تجلی سے میرے پَر جل جائیں گے۔" طضیائی

48) شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد الخامس: في تخصيصه عليه الصلاة والسلام بخصائص المعراج والإسراء، ١٩٥/٨، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، ٢٠١٢م

49) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبي صلى الله عليه وسلم، ٣٢٩٣/٨، دار الفكر، بيروت لبنان الطبعة: الأولى، ١٤٢٢ھ ٢٠٠٢م

شبِ معراج گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جبریل علیہ السلام کی اس خدمت پر کہ حاضر ہو کر أَلَكَ حَاجَةٌ؟ کہنے کا انعام (بدلہ) عطا فرما رہے ہیں کہ جبریل علیہ السلام اُس وقت تو نے ہمارے جدِّ امجد کی خدمت میں حاضر ہو کر "أَلَكَ حَاجَةٌ؟" عرض کیا تھا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

اور اب ہم تم سے کہتے ہیں: هل لك من حاجة؟ ہماری یہ خاص حاضری ہے کہ کوئی حاجت ہو تو پیش کرو؟ اور جبریل علیہ السلام نے کیا اچھی حاجت پیش کی، وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کو اپنی امت سے بڑا پیار ہے، چنانچہ امت ہی کے متعلق اپنی حاجت کا اظہار کر کے سرکار ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ سرکار کی خوشنودی سے بڑھ کر اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ بہر حال جبریل علیہ السلام کی حاجت بر آئی (پوری ہوئی)۔

جبریل علیہ السلام کا بارگاہِ رسالت میں آدابِ مریدانہ: بعض لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ جبریل علیہ السلام کے شاگرد تھے (معاذ اللہ) حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ جبریل علیہ السلام نہ صرف شاگرد بلکہ مرید ہیں، چنانچہ روایتِ ذیل سے ثابت ہوتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک روز ہم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوئے، شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، جن کے کپڑے نہایت سفید اور بال نہایت کالے تھے۔ ان پر سفر کا کوئی نشان ظاہر نہ تھا اور ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا حتی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور اتنے قریب بیٹھے کہ اپنے دونوں گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں شریف سے ملا دیئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں زانوؤں پر رکھے جیسے نمازی التحیات میں دوزانو بیٹھتا ہے اور عرض کیا: اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے بتائیے کہ اسلام کسے کہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، استطاعت ہو تو حج کرو۔ وہ شخص کہنے لگے: آپ نے سچ فرمایا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں: ہمیں بڑا تعجّب ہوا کہ یہ صاحب پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں جیسے کہ انہیں پہلے سے ہی پتہ ہو۔ پھر انہوں نے عرض کیا: اچھا اب ایمان کے متعلق بتائیے کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کو مانو اور اچھی بری تقدیر کو مانو۔ یہ سُن کر پھر انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ پھر پوچھا: حضور ﷺ اب بتائیے کہ احسان کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ سمجھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے؟ فرمایا کہ یہ بات تم جس سے پوچھ رہے ہو وہ اس کے متعلق تم سے زیادہ خبردار نہیں۔ انہوں نے کہا: اچھا تو قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتائیے۔ فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں، ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں نظر کرتے دیکھو گے۔ اس کے بعد وہ صاحب چلے گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں کچھ دیر ٹھہرا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! جانتے ہو یہ کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ یعنی اللہ اور اس کا رسول ہی جانے۔ فرمایا: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُم يعلمكم دِينَكُمْ یعنی یہ جبریل علیہ السلام تھے، جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔[50] (مشکوۃ شریف، صفحہ ۱۱)

---

[50]) مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، الفصل الاول، ۱/ ۹، الحديث: ۲، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ۱۹۸۵

سبق: جبریل امین جو نوری مخلوق ہیں، ہمیں دین سکھانے کے لئے لباسِ بشریّت میں آئے اور انہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیکھا کہ وہ کپڑے بھی پہنے ہوئے تھے، جونہایت سفید تھے اور ان کے سر پر بال بھی تھے جو نہایت سیاہ تھے، گویا وہ بالکل بشر نظر آئے، باوجود اس کے جبریل علیہ السلام کی حقیقت نور ہی تھی اور وہ لباسِ بشریّت میں اس لئے آئے تھے تاکہ ہمیں دین سکھا جائیں۔ جبریل امین ہمیں دین سکھاتے ہوئے یہ مسئلہ بھی سمجھا گئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نوری ہے وہ جو اس دنیا میں لباسِ بشریّت میں تشریف لائے ہیں، صرف اس لئے تاکہ دنیا کو دین سکھادیں۔

جبریل امین، حضور ﷺ کے سامنے اس طرح بیٹھے جیسے نمازی التحیات میں بیٹھتا ہے اس مودّبانہ نشست سے یہ بھی سمجھا گئے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری ہو تو اس طرح بیٹھو جیسے اللہ کے حضور ﷺ نماز میں بیٹھتے ہو۔

عینک کا شیشہ بذاتِ خود کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا مگر جب دیکھنے والی آنکھ کے قریب آجاتا ہے تو سب کچھ دیکھنے لگتا ہے۔ جبریل امین کو کوئی بشر نہیں دیکھ سکتا مگر صحابہ کرام علیہم الرضوان جب جبریل علیہ السلام کو دیکھنے والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضِ قرب سے مستفیض ہوئے تو جبریل علیہ السلام کو دیکھ لیا۔

اسلام: جبریل علیہ السلام نے اسلام کے متعلق پوچھا تو حضور ﷺ نے نماز، روزہ، زکوۃ، حج سے پہلے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا۔ گویا نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی قبولیت وافادیت ایمان پر منحصر ہے اگر ایمان نہیں تو یہ سارے اعمال بے کار ہیں، کسی کو نماز پڑھتے یا پڑھنے کی تبلیغ کرتے ہوئے دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نمازی یا مبلغ، مسلمان ہے، ہو سکتا ہے کہ نمازی ہو اور مبلغ بھی ہو مگر غیر مسلم جیسے مرزائی ہو۔

ایمان: جبریل امین علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو مانو۔ معلوم ہوا کہ صرف اللہ کو مان لینا یہ ایمان نہیں ہے بلکہ اللہ کے ماننے کے ساتھ ساتھ فرشتوں، کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو بھی ماننے تو مومن ہوگا، ورنہ نہیں۔ باوجود اس حقیقت کے مولوی اسماعیل دہلوی مؤلفِ تقویۃ الایمان نے یہ لکھا ہے کہ "ایمان یہ ہے کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے۔"[51] (تقویۃ الایمان، صفحہ۱۶)

اندازہ کیجئے کہ کس قدر ظلم اور جہالت ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ اللہ کو بھی مانے اس کے فرشتوں کو بھی مانے اس کی کتابوں کو بھی مانے، اس کے رسولوں کو بھی مانے اور قیامت کو بھی مانے مگر برائے نام تقویۃ الایمان کا مؤلف مولوی اسماعیل دہلوی یہ کہے کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے۔ اب کوئی بدبخت ہی ہو گا جو اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہوتے ہوئے مولوی اسماعیل کی بات مانے۔

احسان: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر احسان کے متعلق فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ سمجھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ احسان کا مرتبہ بہت بڑا مرتبہ ہے، خدا تعالیٰ کے مقرّب بندوں نے یہ مرتبہ حاصل کیا ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ

---

[51] (تقویۃ الایمان معہ تذکیر الاخوان، الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک، ص۲۱، شمع بک ایجنسی، یوسف مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور)

اگر تم خدا کو دیکھتے ہوتے تو تمہارے دل میں اس کا کس قدر خوف ہوتا اور کتنی احتیاط سے تم عمل کرتے؟ ایسے ہی خوف سے دل لگا کر عمل کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا تو سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، یہ سمجھنے سے بھی عبادت میں خلوص پیدا ہو گا۔

قیامت کا علم: پھر جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے۔ تو فرمایا: اس کے متعلق میں تم سے زیادہ خبر دار نہیں۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: لا اعلم میں نہیں جانتا، بلکہ فرمایا: میں اس کے متعلق تم سے زیادہ خبر دار نہیں، اگر حضور ﷺ کے اس جواب کا یہ مقصد ہوتا کہ میں نہیں جانتا تو پھر جبریل علیہ السلام، حضور ﷺ سے قیامت کی نشانیاں بھی نہ پوچھتے۔ حالانکہ جبریل علیہ السلام نے پھر عرض کیا کہ اچھا حضور ﷺ! قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتائیے۔

حضور علیہ السلام نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمادیں۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ حضور ﷺ کو اگر قیامت کا علم نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس کی نشانیاں بھی بیان نہ فرماسکتے۔ جس چیز کا جسے علم ہی نہ ہو اس کی نشانیوں کا اُسے علم کیسے ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی سے پوچھوں کہ تم فلاں صاحب کو جانتے ہو؟ وہ کہے میں نہیں جانتا، تو میں اس سے کہوں، چلو اس کی کچھ نشانیاں ہی بتا دو۔ تو وہ کہے گا کہ میں جب کہہ چکا ہوں کہ میں اسے نہیں جانتا پھر میں اس کی نشانیاں کیسے بتا دوں؟ جبریل علیہ السلام نے جب قیامت کی کچھ نشانیاں بیان فرمانے کے لئے عرض کیا تو حضور ﷺ نے نشانیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو قیامت کا علم تھا مگر جبریل علیہ السلام کے پوچھنے پر بتایا کیوں نہیں؟ سنئے! خدا تعالیٰ سورۃ طہ، آیت ۱۵ میں قیامت کے متعلق فرماتا ہے:

إِنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ[52]

ترجمہ: بیشک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔

أَوْ تَأْتِيَهُمُ ٱلسَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ[53] **ترجمہ:** یا قیامت ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر نہ ہو۔

حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ ٱلسَّاعَةُ بَغْتَةً[54] **ترجمہ:** یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے اچانک۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "میں نے قیامت کا وقت سب سے چھپایا ہے تاکہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔ یعنی ہر شخص ڈرتا ہے اور اس کے خوف سے گناہوں سے بچے۔ نیکیاں زیادہ کرے اور ہر وقت توبہ کرتا رہے۔ قیامت یقیناً آنے والی ہے مگر خدا نے اس کا وقت چھپایا ہے، اس لئے وہ جب بھی آئے گی بَغْتَةً آئے گی یعنی اچانک آئے گی۔ خدا کے ان ارشادات کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام نے قیامت کا وقت نہ بتایا۔ اگر بتا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور اچانک آجانے سے جو فوائد تھے، وہ فوائد باقی نہ رہتے یعنی ہر شخص ڈرتا رہتا، اس کے خوف سے گناہوں سے بچتا نیکیاں زیادہ کرتا اور ہر وقت توبہ کرتا رہتا۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں جانتا نہیں، صرف یہ فرمایا کہ قیامت کے بارے میں جو تم جانتے ہو وہی میں جانتا ہوں کچھ زیادہ نہیں

---

[52] (طٰہ: ۱۵)

[53] (یوسف: ۱۰۷)

[54] (الحج: ۵۵)

قیامت کا علم اَسرارِ الٰہیہ میں سے ہے بھرے مجمع میں مجھ سے وقت پوچھ کر اس کے اچانک آجانے کی حیثیت کو کیوں ختم کرانا چاہتے ہو؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا بھی علم تھا۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نسيه ".[55] (مشکوۃ شریف، صفحہ ۵۰۲ ،قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں دنیا کی ابتدا سے لیکر اس وقت تک کی سب خبر دی جب کہ جنّتی لوگ اپنی اپنی منزلوں میں اور جہنمی لوگ اپنی اپنی منزلوں میں پہنچ گئے جس نے یاد رکھا، اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا، وہ بھول گیا۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الْفجر وصعد الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صعِد الْمِنْبَر فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.[56]

(مشکوۃ شریف، صفحہ ۵۴۳ ،قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز ہمارے ساتھ نمازِ فجر پڑھی۔ نماز پڑھ کر آپ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور بیان شروع فرمایا، یہاں تک کہ نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا اور آپ ﷺ منبر سے اترے اور نمازِ ظہر پڑھی نماز کے بعد پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پھر بیان شروع فرمایا، یہاں تک کہ نمازِ عصر کا وقت ہو گیا آپ ﷺ منبر سے اترے نمازِ عصر پڑھی نماز کے بعد پھر منبر پر تشریف فرما ہو گئے اور بیان شروع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا حضور ﷺ نے اپنے اس بیان میں قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا تھا ہمیں سب کچھ بتا دیا۔

ان احادیث سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا کی ابتدا سے انتہا تک اور قیامت تک کی ساری ہونے والی باتوں کی خبر دینا ثابت ہو رہا ہے۔ "الی یوم القیمۃ" کا جملہ قابلِ غور ہے قیامت کے دن تک دنیا کی انتہا بتا رہا ہے۔ یعنی یہ دنیا جہاں ختم ہو جائے گی وہاں تک کے سارے حالات بیان فرما دیئے۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا جہاں ختم ہو گی وہیں سے قیامت کے دن کی ابتدا ہو گی، اس دنیا کی انتہا اور قیامت کے دن کی ابتدا ہے تو جس کی نظر دنیا کی انتہا تک جا پہنچے گی لازماً اس کی نظر قیامت کے دن کی ابتدا پر بھی ہو گی، اگر اس کی نظر قیامت کے دن کی ابتدا پر نہ مانی جائے تو پھر اس کا واقعاتِ دنیا کو قیامت کے

---

[55]) مشكاة المصابيح، كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الاول، ٣/ ١٥٨٨، الحديث: ٥٦٩٩، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

[56]) مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل و الشمائل، باب في المعجزات، الفصل الثالث، ٣/ ١٦٧٠، الحديث: ٥٩٣٦، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

دن تک بیان کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟" قیامت کے دن تک "(یہ جملہ) بتارہا ہے کہ بیان فرمانے والے کو علم ہے کہ یہ دنیا کی انتہا ہے اور آگے قیامت کے دن کی ابتدا۔

جبریل علیہ السلام کے پوچھنے پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پھر قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائیں، وہ یہ ہیں کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی یعنی اولاد ماں کی گستاخ اور نافرمان ہو گی، بیٹا اپنی ماں کو لونڈی سمجھے گا اور اس پر حکم چلائے گا گویا ماں اپنے بیٹے کو نہیں جنے گی بلکہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد کے مطابق آج یہی کچھ ہو رہا ہے۔ دوسرا یہ فرمایا کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن والوں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔ چنانچہ عرب کے ننگے پاؤں، ننگے بدن والوں، بکریوں کے چرواہوں کو آج سعودی عرب جا کر دیکھئے بڑے بڑے محلات میں رہ رہے ہیں اور اوپر ہمارے ہاں جموں کشمیر کے مہاجروں میں بعض ایسے بھی ہیں جو وہاں ننگے پاؤں بکریاں چرایا کرتے تھے یہاں آئے تو ان کے نام کوٹھیاں الاٹ ہو گئیں (جگہ مل گئی) اور وہ بڑے فخر سے ان میں رہ رہے ہیں۔ صَدَقَ رسولُ اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یعنی یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمہارے منہ سے جو بات نکلی وہ ہو کے رہی۔

غزوات میں حاضری: غزوات میں جبریل امین علیہ السلام اکثر حاضر ہوتے رہتے، اپنی خاص سواری پر، ہتھیاروں سے لیس ہو کر حاضر ہوتے، اسبابِ دنیا کی حیثیت سے کفار سے لڑتے، کفار کو فی النار والسفر کرتے، جیسا کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ حنین کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔ فقیر چند واقعات عرض کرتا ہے۔

دندان مبارک کی شہادت کے وقت: غزوہ احد میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تو خون اقدس کی حفاظت حضرت جبریل علیہ السلام کے ذمہ لگائی گئی چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: اے جبریل! کبھی تجھے آسمان سے مشقت کے ساتھ بڑی جلدی اور فوراً زمین پر اترنا پڑا؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں، یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چار مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مجھے بڑی سُرعَت (جلدی) کے ساتھ فوراً زمین پر اترنا پڑا؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ چار مرتبہ کس کس موقعہ پر؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:

☆ ایک تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو میں اس وقت عرشِ الٰہی کے نیچے مقامِ سدرۃ المنتہیٰ پر تھا۔ مجھے حکم ہوا جبریل علیہ السلام میرے خلیل کے آگ میں پہنچنے سے پہلے فوراً میرے خلیل کے پاس پہنچو چنانچہ میں بڑی سُرعَت (جلدی) کے ساتھ قبل اس کے کہ وہ آگ میں پہنچتے ان کے پاس پانچ گیا۔

☆ دوسری بار جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردنِ اطہر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ذبح کرنے کی خاطر چھری رکھی تو مجھے حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچو اور چھری کو الٹا کر دو چنانچہ میں چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچ گیا اور چھری کو چلنے نہ دیا۔

☆ تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرایا تو مجھے حکم ہوا کہ میں یوسف علیہ السلام کے کنوئیں کی تہ تک پہنچنے سے پہلے زمین پر پہنچوں اور کنوئیں سے ایک پتھر نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس پتھر پر بٹھادوں۔ چنانچہ میں فوراً پہنچا اور قبل اس کے کہ یوسف علیہ السلام کنوئیں کی تہ تک پہنچتے میں نے اپنے پروں پر انہیں اٹھا کر کنوئیں کے ایک پتھر پر بٹھا دیا۔

☆ اور چوتھی مرتبہ یارسول اللہ ﷺ جب کافروں نے حضور ﷺ کے دندان مبارک کو شہید کیا تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ جبریل علیہ السلام فوراً زمین پر پہنچو اور میرے محبوب ﷺ کے دندان مبارک کا خون زمین پر نہ گرنے دو۔ زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون اپنے ہاتھوں پر لے لو اور اسے جبریل علیہ السلام اگر میرے محبوب ﷺ کا یہ خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین سے نہ کوئی سبزی اُگے گی، نہ کوئی درخت۔ چنانچہ میں بڑی سُرعت کے ساتھ زمین پر پہنچا اور حضور ﷺ کے خون مبارک کو ہاتھوں پر لیکر ہوا میں اڑا دیا۔[57] (روح البیان، صفحہ ۳۱۱، جلد ۳)

سبق: زمین سے آسمان کتنی مسافت پر ہے؟ اس کا جواب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنیے فرمایا: بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا خَمْسُمِائَةِ عَامٍ تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور پھر ساتویں آسمان تک ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی ہی مسافت بیان فرمائی اور فرمایا: سماء انِ بُعْدُ مَا بَيْنَهُمَا خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ دو آسمانوں کے درمیان کی دوری پانچ سو سال کی مسافت ہے اور یہ بھی فرمایا مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَاءَيْنِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی ہی مسافت ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان۔[58] (مشکوۃ شریف، صفحہ ۵۱۰، قدیمی کتب خانہ)

زمین سے پہلا آسمان پانچ سو سال تک کی مسافت کے برابر دور ہے پھر پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ ہے اور سدرۃ المنتہیٰ مقامِ جبریل ہے جہاں شبِ معراج وہ حضور ﷺ کی معیت میں پہنچے تو آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ میں یہیں تک آسکتا تھا۔ اگر بال بھر بڑھا تو انوارِ تجلیات سے میرے پر جل جائیں گے چنانچہ آگے صرف حضور ﷺ ہی تشریف لے گئے۔

زمین سے سورج کتنی دور ہے؟ یہ تو تھی زمین سے آسمان کی اور ساتوں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کی دوری۔ آیئے دیکھیں کہ زمین سے یہ سورج کتنی دور ہے؟ موجودہ سائنس بتاتی ہے کہ سورج ہم سے صرف نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سورج کی روشنی ہم تک آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے۔ (سیارہ ڈائجسٹ، لاہور شمارہ اگست ۱۹۷۹ء)

سورج ہم سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ مگر سدرۃ المنتہیٰ کی دوری کا اندازہ لگایئے تو کئی نو کروڑ میں بھی کم پڑ جائیں گے اور کھربوں میں بن جائیں گے نو کرو ڑ تیس لاکھ میل سے روشنی زمین پر آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے مگر سورج سے بھی کروڑوں میل دور سدرۃ المنتہیٰ سے جبریل علیہ السلام کتنی دیر میں زمین پر پہنچے؟

خلیل علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے ہی آگ میں پہنچنے سے پہلے، اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھتے ہی پھرنے سے پہلے، یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکتے ہی تہ تک پہنچنے سے پہلے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خون مبارک نکلتے ہی زمین پر گرنے سے پہلے وہ زمین پر پہنچ گئے اور حضرت خلیل علیہ السلام کو اپنے پروں پر اٹھالیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر پھرنے والی چھری کو الٹا کر دیا۔ یوسف علیہ السلام کو اپنے پروں پر لے

---

[57]) روح البيان، سورة الصافات: الآيات ١٠٤ إلى ١٠٥، ٤٧٥/٧، دار الفكر بيروت

[58]) مشكاة المصابيح، كتاب: كتاب أحوال القيامة وبدء الخلق، الباب بدء الخلق وذكر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، الفصل الاول، ١٥٩٨/٣، الحديث: ٥٧٣٥، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

لیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا خون مبارک اپنے پروں پر لے لیا۔

سورج سے روشنی آٹھ منٹ میں زمین پر پہنچی اور جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہی سے لحہ بھر میں آنکھ جھپکتے ہی زمین پر پہنچ گئے۔ یہ ہے رفتار جبریل علیہ السلام کی، یہاں سائنس بھی دم بخود ہے اور جبریل علیہ السلام وہ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، خادم کی یہ شان ہے اور آقا تو وہ ہیں۔

اے ہزاراں جبریل اندر بشر

پھر ان کا شبِ معراج فرش سے آناًفاناً عرش پر جانا اور واپس بھی اسی شان سے ہونا کہ زنجیر ہل رہی تھی، وضو کا پانی بہ رہا تھا اور بستر مبارک گرم تھا، کیوں قابلِ تصدیق نہ ہو؟

خدا کی مدد مقبول بندوں کی وَساطَت سے: حضرت ابراہیم، حضرت اسمعیل، حضرت یوسف علیھم السلام اور ہمارے حضور علیہ السلام کی یہ مدد اللہ تعالیٰ نے فرمائی تو جبریل علیہ السلام کی وَساطت (واسطے) سے فرمائی۔ خدا کے اِذن (اجازت) سے وہ مدد کرنے آئے اور مدد کی۔ گویا خدا تعالی کے مقبول بندے ہماری جو مدد فرماتے ہیں وہ دراصل خدا ہی کی مدد ہوتی ہے۔ مگر ہوتی وہ ان اللہ والوں کی وَساطت (واسطے) سے ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ: اس موقعہ پر ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، میدانِ احد میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو دندان مبارک شہید ہوا یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ کا دانت مبارک اُکھڑ گیا اور نکل گیا، ہر گز نہیں، ایک دانت بھی اگر نکل جائے تو یہ ایک عیب اور نقص ہے جس سے منہ کا حسن قائم نہیں رہتا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہر عیب و نقص سے پاک اور منزہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے جو محدّثین کرام نے لکھی ہے کہ دانت مبارک کی دائیں جانب کا تھوڑا سا کنارہ ٹوٹا تھا اور نیچے کا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا تھا جس سے خون مبارک نکلا۔[59]

(مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ، صفحہ ۵۱۵ اور بخاری شریف حاشیہ، صفحہ ۵۸۳ جلد ۲)

دانت مبارک کا کنارہ توڑنے والے اور ہونٹ مبارک زخمی کرنے والے کا نام عقبہ بن ابی وقاص تھا، اسے اس جرم کی سزا یہ ملی ہے:

لم يولد من نسله ولد يبلغ الحنث إلا وهو أبخر أو أهتم أى مكسور الثنايا[60] (مواہب الدنیہ، صفحہ ۹۵، جلد۱)

ترجمہ: اس کی نسل سے جو بھی بچہ پیدا ہوتا تھا اور جب وہ بڑا ہوتا تھا تو اس کے دانت ہی پیدا نہ ہوتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی دین و دنیا کی تباہی کا باعث ہے۔

گستاخی رسول سے اللہ کی پناہ دنیا اور دین ہوتے ہیں اس سے تباہ

---

59) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل، باب المبعث وبدء الوحي، الفصل الاول، ٣٧٤١/٩، الحديث: ٥٨٤٩، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ ٢٠٠٢م

60) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، مغازيه وسراياه وبعوثه صلى الله عليه وسلم، الباب: ثم غزوة أحد، ٢٤٧/١، الناشر: المكتبة التوفيقية، القاهرة مصر

غزوہ بدر میں خدمات: غزوۂ بدر میں سیدنا جبریل علیہ السلام نے خصوصیت سے خدمات سرانجام دیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ غزوہ بدر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطِب ہو کر فرمایا:

هَذَا جِبْرِيلُ، آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ، عَلَيْهِ أَدَاةُ الحَرْبِ[61] (بخاری شریف، صفحہ ۵۷۰ جلد ۲)

ترجمہ: دیکھو یہ جبریں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے ہیں اور گھوڑے پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔

غزوۂ خندق سے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمایا تو جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا:

قَدْ وَضَعْتَ السِّلاَحَ وَاللَّهِ مَا وَضَعْتُهُ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْنَ فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[62] (بخاری شریف، صفحہ ۵۹۰، جلد ۲)

ترجمہ: حضور! آپ نے ہتھیار کھول دیئے۔ بخدا ہم نے نہیں کھولے ہم ابھی تک مسلح ہیں، تشریف لے چلئے بنی قریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا باقی ہے۔ تو حضور ﷺ جبریل علیہ السلام کے ساتھ چل پڑے۔

سبق: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ایک واقعہ کا اللہ تعالیٰ سورۃ الذاریت، آیت ۲۴ میں ذکر فرماتا ہے:

هَلْ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْمُكْرَمِينَ[63] **ترجمہ:** اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مہمان بنا کر بھیجا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میزبان بنے اور فرشتے مہمان اور یہ بات ظاہر ہے کہ مہمان میزبان سے مرتبہ میں چاہے کم ہو میزبان کو اس کی خاطر ومدارت کرنا پڑتی ہے۔ میزبان یہ نہیں دیکھتا کہ مہمان مجھ سے عمر میں یا مرتبہ میں چھوٹا ہے۔ وہ جب مہمان بن کر آیا تو میزبان اس کی دلجوئی کرے گا۔ اس پر نوازش کرے گا اور کوشش کریگا کہ مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی خاطر ومدارت ہی کی ہوگی، اس لئے کہ مہمان ایک اعزازی شان رکھتا ہے اگرچہ وہ میزبان سے مرتبہ میں کم ہو میزبان پھر بھی اس کی عزت کرتا ہے۔ یہ تو ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ کہ فرشتے مہمان بن کر آتے ہیں مگر ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ بارگاہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کو حضور ﷺ کے سپاہی بنا کر بھیجتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ ءَالَٰفٍ مِّنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ[64] **ترجمہ:** تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیج دے گا۔

---

[61]) صحيح البخاري، كتاب الفضائل والشمائل، الباب: في المعجزات، الفصل الاول، ٨١/٥، الحديث: ٣٩٩٥، دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ

[62]) مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، الباب: في المعجزات، الفصل الاول، ٣/ ١٦٤٦، الحديث: ٥٨٨٠، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

[63]) (الذاریات:۲۴)

[64]) (آل عمران:۱۲۵)

دوسری جگہ سورۃ التحریم میں ارشاد فرمایا: وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ[65] **ترجمہ:** اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے تو مہمان بن کر اور مہمان کی مہمان نوازی کی جاتی ہے اور ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے تو سپاہی اور مددگار بن کر اور سپاہی محکوم ہوتا ہے، سپہ سالار حاکم ہوتا ہے۔ گویا حضور ﷺ کی بارگاہ میں فرشتے محکوم بن کر آئے۔

جبریل علیہ السلام کا گھوڑا: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں مسلمان کافروں کا تعاقب (پیچھا) کرتے تھے اور کافر مسلمان کے آگے آگے بھاگتا جاتا تھا اچانک اوپر سے گھوڑے کی آواز آتی تھی اور سوار کا یہ کلمہ سنا جاتا تھا "أَقْدِمْ حَيْزُوْمُ" یعنی آگے بڑھ اے حیزوم! (حیزوم حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) اور نظر آتا تھا کہ کافر گر کر مر گیا اور اس کی ناک تلوار سے اڑادی گئی اور چہرہ زخمی ہو گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے یہ معائنے بیان کئے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ آسمانِ سوم (تیسرے آسمان) کی مدد ہے۔"[66] (تفسیر خزائن العرفان، صفحہ ۲۵۶)

مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا ملَک خادمانِ سرائے محمد ﷺ

جنگِ بدر جب ختم ہوگئی تو حضرت جبریل علیہ السلام ہتھیاروں سے مسلح ایک سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: إن الله بَعَثَنِي إِلَيْكَ وَأَمرَنِي أَن لَا أُفَارِقك حَتّٰى ترْضى هَل رضيت قَالَ نعم رضيت فَانْصَرف.[67]

(خصائص کبری، صفحہ: ۲۰۳، جلد ۱)

ترجمہ: حضور! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ جب تک آپ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں میں آپ سے جدا نہ ہوں تو کیا حضور مجھ سے راضی ہوگئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں راضی ہو گیا۔ تو جبریل علیہ السلام واپس چلے گئے۔

معلوم ہوا کہ اللہ نے ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شان کی حکومت عطا فرمائی ہے کہ جبریل امین بھی ان کے سپاہی ہیں۔

اس شان کی اللہ نے انہیں بخشی ہے شاہی جبریل امین بھی ہیں محمد کے سپاہی

غزوہ بنو قریظہ میں: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو اسی روز غزوۂ بنی قریظہ ہوا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں رونق افروز تھے اور سر و تن مبارک سے گرد و غبار کو جھاڑ کر جسم اقدس سے ہتھیار اتار کر غسل فرمارہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ سر مبارک کے ایک جانب کو دھو لیا تھا اور دوسری جانب کو ابھی دھویا نہ تھا۔ ایک

---

[65] (التحریم: ۴)

[66] کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان، الانفال: ۱۰، فائدہ: ۲۰، ص ۳۳۵، مکتبۃ المدینہ، کراچی

[67] الخصائص الکبری، الباب: ذکر المعجزات الواقعة في الغزوات، ۱/ ۳۳٤، الناشر: دار الکتب العلمیة — بیروت

روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرماتے چونکہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب غزوہ سے یا کسی سفر سے تشریف لاتے تو پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آتے اور ان کو بوسہ دیتے۔ اچانک ایک شخص نے گھر کے باہر سے سلام عرض کیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لائے، میں ان کے پیچھے دروازہ پر چلی گئی، یہ دحیہ کلبی تھے جن کے چہرے پر اور ان کے سامنے کے دانتوں پر غبار جما ہوا تھا اور سفید اونٹ پر سوار تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک سے ان کے سر سے گرد کو جھاڑا، انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ باتیں کیں، جب گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے اور انہوں نے مجھے حکم رب پہنچایا ہے کہ میں فوراً بنو قریظہ کی جانب متوجہ ہو جاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ سر پر استبرق (نہایت عمدہ اور قیمتی بھاری ریشم) کا عمامہ باندھے خچر جس پر قطیفہ دیبا (مخملی اور باریک ریشم) کی چادر تھی ، سوار ہو کر آئے تھے۔

بخاری کی حدیث میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیے مگر ہم نے ابھی تک نہیں اتارے، چلئے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلیں، خدا کی قسم میں جا کر ان کے قلعوں میں تہلکہ ڈالتا ہوں اور ان کو پامال کرتا ہوں اور ان میں زلزلہ ڈالتا ہوں جس طرح مرغی کے انڈے کو پتھر پر مارتے ہیں، جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ واپس چلے گئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ گویا میں نے کوچہ بنی غنم میں جبریل علیہ السلام کی سواری سے گرد و غبار کو اڑتا ہوا دیکھا، اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرتِ بلال کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں اعلان کر دیں اور کہہ دیں کہ اے خدا کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ اور ان کو بتا دو کہ جو خدا کے حکم کا فرمانبردار اور ماننے والا ہے، اسے چاہیے کہ نمازِ عصر بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے نہ پڑھے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدمۃ الجیش (لشکر کے اگلے دستے) پر مقرّر فرمایا اور ان کے ہاتھ میں علَم (جھنڈا) دیا اور حضرت ابنِ ام کلثوم کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور اپنے گھوڑے پر جس کا نام لحیف تھا، سوار ہوئے، دو گھوڑے کُل آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کو تیار کرکے تشریف لے چلے، آپ ﷺ کے داہنے ہاتھ پر حضرت ابو بکر صدیق اور بائیں ہاتھ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آگے آگے مہاجرین و انصار کے اکابر حضرات تھے، یہ سب تین ہزار کا لشکر تھا، ان میں چھتیس گھوڑے تھے، راہ میں بنو نجار کو ملاحظہ فرمایا کہ سوار ہو کر انتظار میں کھڑے ہیں، دریافت فرمایا: تم سے یہ کس نے کہا کہ ہتھیار پہن کر انتظار میں کھڑے رہنا۔ انہوں نے کہا: دحیہ کلبی نے کہا تھا۔ فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے جو پہلے روانہ ہوئے ہیں۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو بعض صحابہ نے راستہ میں نماز پڑھ لی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو کہ " عصر کی نماز نہ پڑھیں مگر بنو قریظہ میں " تو اسے تاکید و مبالغہ اور جلد تر پہنچنے پر محمول کیا اور بعض صحابہ نے نمازِ عصر نہ پڑھی مگر جب بنو قرینہ پہنچ گئے اور انہوں نے عشاء کے وقت بعد نمازِ عشاء ادا کی اور ان کا یہ عمل حکم ظاہر پر عمل کرنے میں تھا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں نمازِ عصر نہ پڑھنے کا حکم دیا تھا بنو قریظہ میں پہنچ کر پڑھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کے عمل کو مسلّم و بر قرار رکھا اور کسی ایک کو زجر و توبیخ نہ فرمائی اور یہ واقعہ ان مجتہدین کرام کے لئے بھی حجّت بنتا ہے، جو اپنی رائے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں۔

فائدہ: اس میں ہم نے جبریل علیہ السلام کی غزوہ میں حاضری کا عرض کرنا ہے۔ باقی بنو قریظہ کے متعلق مزید تفصیل کتبِ سیر میں ملاحظہ ہو۔

جبریل علیہ السلام ڈراؤنا اونٹ: سید نا جبریل علیہ السلام خدمتِ حبیبِ خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے اپنی شکل تبدیل کر کے آپ ﷺ کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن ابو جہل نے اپنے یاروں سے کہا: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں جائے گا، میں اس کا سر پتھر سے توڑدوں گا (معاذ الله) چنانچہ وہ دوسرے دن پتھر لئے اس انتظار میں رہا کہ حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھوں اور جب سجدہ میں جائیں تو پتھر سے ان کا سر توڑ دوں۔ آخر اس نے دیکھا کہ حضور ﷺ نماز میں کھڑے ہو گئے ہیں، جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو ابو جہل پتھر لیکر قریب پہنچا، قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک دم گھبرا کر واپس آیا، ڈر کے مارے اس کا رنگ فَق ہو گیا(پھیکا پڑ گیا) اور جس ہاتھ سے پتھر اٹھایا ہوا تھا وہ خشک ہو گیا اور پھر زمین پر گر گیا۔ اس کے ساتھیوں نے جب اُسے اِس حال میں لوٹتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس سے پوچھا، کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں جب محمد (ﷺ) کے قریب ہوا تو میں نے ایک بدمست نر اونٹ کو دیکھا کہ میرے سامنے کھڑا ہے، میں نے کبھی ایسے بڑے سر والا، لمبی گردن والا اور اتنے بڑے دانتوں والا اونٹ نہیں دیکھا تھا، میں اگر جان بچا کر فوراپلٹ نہ آتا تو وہ مجھے پھاڑ کھاتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُنا تو فرمایا:

ذاك جبرائيل عليه السلام ولو دنا مني لأخذه[68]

ترجمہ: جو اونٹ کی شکل میں نظر آیا وہ جبریل تھا، ابو جہل اگر میرے نزدیک آجاتا تو جبریل اُسے جیتا(زندہ) نہ چھوڑتا۔ (جواہر البحار، صفحہ ۷۷، جلد ۱)

سبق: جبریل امین جو ملکوتیوں (فرشتوں) کا بادشاہ ہے، ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار کا دربان ہے، دشمنوں سے وجودِ اقدس کی حفاظت اس کے ذمہ تھی۔

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفیٰ ﷺ　　دیکھے کہ جبریل ہیں دربانِ مصطفی ﷺ

نہ صرف یہ کہ جبریل علیہ السلام ہی حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دربان و چوکیدار ہیں، بلکہ حضور ﷺ کے مقدّس شہر مدینہ منورہ کی چوکیداری کے لئے بھی فرشتے مقرّر ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عَلَى أَنْقَابِ المَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ، وَلَا الدَّجَّالُ[69]　　(بخاری شریف، صفحہ ۲۵۲، جلد ۱)

ترجمہ: مدینہ کے ہر کونے پر فرشتے چوکیدار ہیں جو طاعون اور دجال کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ مدینہ منورہ کو یہ شان کیوں حاصل ہوئی؟ صرف اس لئے کہ یہ حضور ﷺ کا شہر ہے، حضور ﷺ کی بدولت مدینہ منورہ کے بھی چوکیدار فرشتے بن گئے اور وہ اس شہر میں طاعون و دجال کو قیامت تک داخل نہ ہونے دیں گے۔

---

[68]) صحيح البخاري، ومن جواهر الحافظ أبي نعيم أيضاً، مقابلة فضائله ﷺ بفضائل الأنبياء ومعجزاته بمعجزات الأنبياء، ۱/۱۲۰، دار الكتب العلمية، ۱۹۹۸م

[69]) صحيح البخاري، كتاب فضائل المدينة، الباب: لا يدخل الدجال المدينة، ۳/۲۲، الحديث: ۱۸۸۰، دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، ۱٤۲۲هـ

مدینہ منورہ شرک سے محفوظ ہے: یہاں ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے، طاعون سے بھی زیادہ خطرناک مرض شرک ہے۔ طاعون سے جان جاتی ہے۔ شرک سے ایمان جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ طاعون تو مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے اور شرک داخل ہو جائے؟ مقامِ حیرت ہے کہ نجدیوں کو مدینہ منورہ میں شرک کیسے نظر آگیا اور انہوں نے مزارات پر سے قُبّوں کو مِسمار (ملیامیٹ) کر دیا کہ یہاں شرک ہوتا تھا حالانکہ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے: وَإِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بعدِي وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُم الدُّنْيَا أَن تنافسوها فِيهَا[70]

(مشکوۃ شریف، صفحہ: ۵۴۷، قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، ہاں ڈر ہے تو اس بات کا کہ تم دنیا کے گرویدہ ہو جاؤ گے۔

اس ارشاد میں صاف فرمایا گیا ہے کہ میرے بعد تم شرک نہیں کرو گے، ہاں دنیا کے گرویدہ ہو جاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ارشار حق ہے۔ دیکھ لیجئے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق واقعی آج کل کے غافل مسلمان دنیا کے گرویدہ ہو چکے ہیں۔ (الا ماشاء الله)

اور جس طرح یہ بات حضور ﷺ کی حق تھی اور حق ثابت ہو رہا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی حق تھی اور حق ہے اور حق ہی رہے گی کہ حضور ﷺ کا کوئی غلام شرک نہیں کرتا، ہم گنہگار تو ہو سکتے ہیں مگر حا شاو کلا (معاذ اللہ) مشرک ہرگز نہیں ہیں اور کیوں ہوں؟ جب کہ ہمارے آقا و مولی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد ہو چکا کہ میرے غلام میرے بعد شرک کا ارتکاب نہ کریں گے اور اگر کسی کی نظر میں حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم شرک ہے تو ہم کہیں گے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب اس بُرے مذہب پر لعنت کیجئے

نکاحِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خدمات:

أَن جِبْرِيل جَاءَ بِصُورَتِهَا فِي خِرْقَةِ حَرِيرٍ خَضْرَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَذِهِ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ[71]

ترجمہ: ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اس کپڑے پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت مبارک نمایاں تھی جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور! یہ آپ کی دنیا و آخرت کی بیوی ہے۔ (مشکوۃ شریف، صفحہ: ۵۷۳)

---

[70] مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، الباب: هجرة أصحابه صلى الله عليه وسلم من مكة ووفاته، الفصل الاول، ٣/ ١٦٧٩، الحديث: ٥٩٥٨، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

[71] مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، الباب: مناقب أزواج، الفصل الثاني، ٣/ ١٧٤٥، الحديث: ٦١٩١، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

سبق: یہ سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا جس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویر تھی، خدا کا بھیجا ہوا تھا۔ چنانچہ جب حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے عقد میں آ گئیں تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا:

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم: " أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَجِيءُ بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي: هَذِهِ امْرَأَتُكَ فَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِكِ الثَّوْبَ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ. فَقُلْتُ: إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ"[72]

ترجمہ: کہ تین رات مسلسل مجھے ایک ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر دکھائی جاتی رہی۔ جسے جبریل علیہ السلام لیکر آتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہے، اے عائشہ! آج جو میں نے تمہارے چہرہ سے کپڑا اٹھایا تو تم وہی ہو، جبریل علیہ السلام تمہاری تصویر لاتا رہا تو میں نے کہا تھا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، یہ رشتہ ہو کر رہے گا۔(مشکوۃ شریف، صفحہ: ۵۷۵)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا رشتہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خود منتخب فرمایا، کس قدر خوش بخت ہیں، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کہ کسی لڑکی کا رشتہ اس کا باپ کرتا ہے، کسی کا چچا، بھائی یا اس کی ماں کرتی ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا رشتہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا۔ اب کون بد بخت ہے جو اس رشتہ میں کوئی عیب بیان کرے اور ام المومنین کے بارے میں زبانِ طعن کھولے۔(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اگر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا میں کوئی عیب ہوتا یا ہونے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ جسے ہر اگلی پچھلی گذری اور ہونے والی ساری باتوں کا علم ہے، وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ رشتہ کیوں تجویز کرتا؟

حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنھا پر سلام: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو اس رشتۂ مقدسہ سے یہ مقام بلند حاصل ہوا کہ جبریل امین بھی آپ رضی اللہ عنھا پر سلام بھیجتے ہیں۔

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنھا خود فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ هَذَا جِبْرِيلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ[73] یعنی اے عائشہ! یہ جبریل ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہا ہے۔

میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ(مشکوہ شریف، صفحہ ۱۵۷۳، قدیمی کتب خانہ)

یہ ہے شان حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی، پھر ہم بھی کیوں عرض نہ کریں کہ

بنتِ صدیق آرامِ جان نبی اُس حریم برات پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام

---

[72]) مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، الباب: مناقب أزواج، الفصل الاول، ٣/١٧٤٤، الحديث: ٦١٨٨، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

[73]) مشكاة المصابيح، ٥٩ كتاب بدء الخلق، الباب: ذكر الملائكه، ١١٢/٤، الحديث: ٣٢١٧، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

سورۃ نور: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی پاک دامنی کے خلاف جب منافقین نے ایک بہتان باندھا تو چونکہ یہ رشتہ خود خدا تعالیٰ نے طے کیا تھا اس لئے ام المومنین رضی اللہ تعالی عنھا کی پاک دامنی وبرات کی خود خدا نے گواہی دی اور سورۃ نور نازل فرما کر آپ رضی اللہ تعالی عنھا کی پاک دامنی، طہارت، عفت وعِصمت کا اعلان فرمادیا اور فرمادیا کہ یہ منافقین کا بہتانِ عظیم ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَوْلَآ إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَٰنَكَ هَٰذَا بُهْتَٰنٌ عَظِيمٌ [74]

ترجمہ: اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا، کہا ہو کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ہم ایسی بات کہیں، الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

پھر فرمایا: ٱلْخَبِيثَٰتُ لِلْخَبِيثِينَ وَٱلْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَٰتِ وَٱلطَّيِّبَٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَٱلطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَٰتِ [75]

ترجمہ: گندی عورتیں، گندے مردوں کے لئے اور گندے مرد، گندی عورتوں کے لئے اور پاک وستھری عورتیں، پاک وستھرے مردوں کے لئے اور پاک وستھرے مرد، پاک ستھری عورتوں کے لئے۔

اس آیت میں خدا نے صاف صاف فرمادیا کہ میرا محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو طیبوں، پاکوں اور ستھروں کا سردار ہے، یہ ناممکن ہے کہ اس کے عقد میں کوئی گندی عورت آسکے۔

لباس: اللہ تعالی سورۃ بقرہ میں فرماتا ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ [76] **ترجمہ:** عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔

اِس آیت کے مطابق بیوی، مرد کا لباس ہوتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا لباس ٹھہریں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا لباس پاک و طاہر ہے۔ خدا فرماتا ہے: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ [77] **ترجمہ:** اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

پس حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیوی پر اگر کوئی پلید، گند اُچھالے گا تو گویا اس نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لباس کو ناپاک کرنا چاہا جو انتہا درجہ کی ناپاک حرکت ہے۔

مُزکّی: خدا نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صفت مُزکّی بھی بیان فرمائی ہے یعنی پاک وستھرا بنانے والے۔ چنانچہ فرمایا:

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ [78] **ترجمہ:** (یہ رسول) ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیّت ورفاقت کی یہ تاثیر ہے کہ جو کھوٹا آیا تو کھرا بن گیا، جاہل آیا تو عالم بن گیا، گندہ آیا تو پاک بن گیا، آپ کی ایک ساعت کی بھی مجالست وصحبت نے ہزاروں کو رنگ دیا اور لاکھوں کو کُندن (خالص) بنادیا۔ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ جو بیویاں شب وروز حضور اکرم صلی اللہ

---

74) (النور:١٦)

75) (النور:٢٦)

76) (البقرۃ:١٨٧)

77) (المدثر:٤)

78) (الجمعۃ:٢)

تعالیٰ علیہ وسلم کی برکتِ مجلس سے مستفیض ومستنیر(نورانی)ہوتی رہیں،وہ خالی رہ گئیں ہوں۔کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ کا ان پر اثر نہ پڑ سکا؟پڑا اور ضرور پڑا اور اسی لئے خدا نے فرمایا کہ میرا رسول جب طیبین(پاکوں میں)سے ہے تو اس کی ازواجِ مطہرات بھی یقیناطیبات سے ہیں۔

ماں: خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو مومنوں کی ماں کہا ہے۔

چنانچہ فرمایا: وَأَزْوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمْ [79] **ترجمہ:** اور نبی کی بیبیاں تمہاری مائیں ہیں۔

خدا نے ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی مائیں اس لئے کہا ہے کہ ماں کی بے ادبی کرنے والا ہر قوم میں گستاخ اور عاقبت نااندیش(کم عقل) سمجھا جاتا ہے اور کوئی اُسے اچھا نہیں سمجھتا۔جسمانی ماں کے لئے خدا کا حکم ہے: فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا [80]

ترجمہ: ماں باپ کو اُف تک نہ کہو،نہ انہیں جھڑکو،نرمی وشرافت سے بات کرو۔

تو کتنا بدنصیب اور بُرا ہے،وہ شخص جو تمام روحانی ماؤں کی سردار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں ناشائستہ (نامناسب)وناز یبا(غیر مہذب) کلمات کہے۔

ام المؤمنین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتونِ جنّت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی شان ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ أَلَا تَرْضِينَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ؟[81] (مشکوۃ شریف، صفحہ: ۵۶۸، قدیم کتب خانہ)

ترجمہ: اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا!کیا تم اس بات پر خوش نہ ہو گی کہ تم جنّتی عورتوں کی سردار ہو یا مومن عورتوں کی۔

اس ارشاد کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنّت کی اور مومنہ عورتوں کی سردار ہیں،صرف عورتوں کی سردار فرمایا،مردوں کی نہیں مگر خدا نے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ مومنوں کی مائیں فرمایا۔مومن عورتوں کی بھی مائیں اور مومن مردوں کی بھی مائیں۔اس ارشاد کے پیشِ نظر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا پر یہ فضلیت حاصل ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا صرف مومن عورتوں کی سردار ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا مومن عورتوں اور مردوں کی بھی ماں ہیں۔

معدلہ وفقیہہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا بہت بڑی محدّثہ وفقیہ تھیں۔چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

---

[79] (الاحزاب:۶)

[80] (الاسرا:۲۳)

[81] مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، الباب:مناقب اهل، الفصل الاول، ۱۷۳۱/۳، الحديث: ۶۱۳۸، الناشر: المكتب الإسلامي—بيروت، الطبعة: الثالثة، ۱۹۸۵

مَا أُشْكِلَ عَلَيْنَا أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا[82]

ترجمہ: ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی حدیث شریف کو سمجھنے اور کسی دوسرے مسئلہ کے سمجھنے میں مشکل پیش آتی تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا حل دریافت کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشکل کو حل فرمادیتیں کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بڑی عالمہ تھیں۔(مشکوٰۃ شریف، صفحہ:۵۷۴، قدیمی کتب خانہ)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اصحاب کرام در مشکلات احکام رجوع بوے مے نمودند [83] (مکتوبات شریف، صفحہ ۵۹، جلد ۲)

ترجمہ: صحابہ کرام شرعی احکام کی مشکلات کے حل کے لئے ام المومنین کی طرف رجوع کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں کھانا: حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "میرا کچھ سال سے یہ طریقہ تھا کہ میں ہر سال کچھ طعام (کھانا) پکا کر اس کا ثواب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن و امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کو پہنچاتا تھا۔ ایک سال میں نے ایسا ہی کیا تو رات کو میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا، میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا، تو حضور ﷺ نے میری طرف توجہ نہ فرمائی اور اپنا روئے (چہرہ) انور دوسری طرف پھیر لیا، میں نے عرض کیا: حضور ﷺ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا:

من طعام درخانه عائشه میخورم هرکه مرا طعام فرستد بخانه عائشه فرستند[84]

ترجمہ: میں کھانا، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں کھاتا ہوں، جسے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں بھیجے۔

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی عدمِ توجہ (متوجہ نہ ہونے) کا باعث (سبب) یہ بات ہے کہ کھانے کا ثواب پہنچاتے وقت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نہیں لیتا تھا۔ اس کے بعد میں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ جب بھی کھانا پکاتا تو ثواب پہنچاتے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلکہ ساری ازواج مطہرات کا نام بھی لیتا کیونکہ یہ سب اہلِ بیت میں شامل ہیں اور تمام اہلِ بیت کا توسُّل (وسیلہ) اختیار کرتا۔

(مکتوبات شریف، صفحہ ۵۹۔۶۰، جلد ۲)

دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کتنا بلند مقام ہے کہ ایصالِ ثواب میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نام لے لینے کے باوجود حضور ﷺ نے حضرت مجدد صاحب کے سلام کا جواب نہیں دیا اور رخِ انور پھیر لیا اور وجہ یہ بتائی کہ ایصالِ ثواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام کیوں نہیں لیتے؟ جب کہ میں کھانا کھاتا ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ہوں۔

فاتحہ دلانا بدعت نہیں: حضرت مجدد الف ثانی کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ کسی روز کچھ پکا کر بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کرنا جسے عُرفِ عام

---

[82]) مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، الباب: مناقب ازواج، الفصل الثالث، ۳/۱۷۴٦، الحديث: ٦١٩٤، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ۱۹۸۵

[83]) مکتوبات الامام الربانی، ۲/۵۹، مطبع احمدی، ۱۸۷۱م

[84]) مکتوبات الامام الربانی، ۲/۵۹، مطبع احمدی، ۱۸۷۱م

میں فاتحہ دلانا کہا جاتا ہے، جائز ہے، بدعت نہیں۔ کیونکہ ماحی بدعت (بدعت کو مٹانے والے) حضرت مجدد الف ثانی کا بھی یہ دستور (طریقہ) تھا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کھانا پکا کر کسی بزرگ کے نام ایصالِ ثواب پہنچانا بے کار بات نہیں بلکہ ثواب پہنچتا ہے اگر نہ پہنچتا ہو تا تو حضور ﷺ یوں کیوں فرماتے کہ جسے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں بھیجے۔" اگر یہ امر بدعت ہو تا تو حضور ﷺ اپنا رخِ انور پھیر لینے اور سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ تم نے یہ کیا نیا طریقہ نکال لیا ہے کہ ہر سال کچھ پکا کر ہمارے نام ایصالِ ثواب کرتے ہو۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کو دیوبندی اور اہلِ حدیث حضرات بھی ماحی بدعت (بدعت کو مٹانے والے) تسلیم کرتے ہیں، لہٰذا سب کی معتمد علیہ (سب کے نزدیک معتبر) ہستی کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ فاتحہ دلانا اور ایصالِ ثواب جائز اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ: ام المومنین کا مقدس عقیدہ ملاحظہ فرمائیے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

مَا أُرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ[85] (بخاری شریف، صفحہ ۷۰۶)

ترجمہ: آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے یعنی جو آپ ﷺ چاہیں وہ ہو جاتا ہے۔

لیکن افسوس مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی جماعت کو یہ عقیدہ دیا کہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"[86] (تقویۃ الایمان)

جبریل علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: حضرت جبریل علیہ السلام نہ صرف رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نیاز مند بلکہ آپ ﷺ کے اہلِ بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گاہے، گاہے (کبھی کبھی) ان کے ہاں بھی حاضر ہوتے اور ان کے ساتھ عقیدت اور محبت کا اظہار بھی فرماتے بلکہ محبت کے انداز میں ان سے مزاح (خوش طبعی) بھی فرماتے۔ چنانچہ واقعہ ذیل ملاحظہ ہو: "ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سلوني عَنْ طُرُقِ السَّمَوَاتِ فَإِنِّي أَعْلَمُ بِهَا مَنْ طُرُقِ الْأَرْضِ یعنی مجھ سے آسمانوں کی راہوں کو پوچھ لو کیونکہ میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمانوں کی راہیں جانتی ہوں۔ اس وقت جبریل علیہ السلام ایک انسان کی شکل میں آئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے گے اگر آپ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو بتائیں اس وقت جبریل علیہ السلام کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور دائیں بائیں دیکھا پھر اپنی نظر زمین کی طرف کر کے دائیں بائیں دیکھا اور پھر فرمایا: میں نے جبریل علیہ السلام کو آسمانوں پر کہیں نہیں دیکھا اور زمین پر بھی وہ کہیں نظر نہیں آیا اس لئے میں کہتا ہوں کہ تم ہی جبریل علیہ السلام ہو۔"[87] (نزہۃ المجالس، صفحہ: ۱۷۵، جلد ۲)

سبق: حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے: لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء   یعنی لوحِ محفوظ (ہر وقت) اولیاءِ کرام کے سامنے رہتی ہے۔

---

[85]) صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب قوله: (ترجئ من تشاء منهن وتؤوي إليك من تشاء ومن ابتغيت ممن عزلت فلا جناح عليك)، ٦/ ١١٧، الحديث: ٤٧٨٨، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ

[86]) تقویۃ الایمان، تقدیر سے باہر کوئی کام نہیں ہو سکتا، ص ۵۲، مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، میئوناتھ بھجن، یوپی، ہند

[87]) نزهة المجالس: منتخب النفائس، باب مناقب أمير المؤمنين على بن أبي طالب رضي الله عنه، ص ٣٤٠، المطبعة الكستلية، ١٨٦٤هـ

لوحِ محفوظ وہ ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں ہے کہ

ٱلْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَٰبٍ مُّبِينٍ[88] یعنی کائنات کی ہر تر اور خشک چیز ان میں مکتوب ہے۔

گویا دنیا کی ہر چیز اولیاءِ کرام کے سامنے ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تو سید الاولیاء ہیں پھر ان سے کائنات کی کوئی چیز کیسے غائب رہ سکتی ہے اور پھر جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی آقا و مولا بلکہ سارے انبیاءِ کرام علیھم السلام کے بھی سیّد و سردار ہیں یعنی حضور سید المرسلین خاتم النبیین سرورِ عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے علم کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟

جن کے ایک غلام کا یہ عالَم ہو کہ جبریل علیہ السلام بھی ان کی نظر سے غائب نہیں رہ سکتا۔ اس آقا کی نظر سے ہم تم یا کائنات کی کوئی چیز غائب رہ سکتی ہے؟ سچ کہا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے۔

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

باوجود اس حقیقت کے، کس قدر جاہل وبے خبر ہے، وہ شخص جس نے یہ لکھ دیا کہ حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔[89] (براہین قاطعہ، صفحہ ۵۱)

یہ "براہینِ قاطعہ" مولوی رشید احمد گنگوہی (دیوبندی) کی لکھائی ہوئی اور ان کی مُصدِّقہ (تصدیق شدہ) کتاب ہے اور مولوی صاحب دیوبندی حضرات کے قطب الاقطاب ہیں۔ ان قطب صاحب کی بے خبری ملاحظہ کیجئے کہ عالم ماکان و ما یکون کے علم سے ہی بے خبر ہیں۔

تو دانائے ما کان اور مایکون ہے مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

سیدنا علی المرتضی کے ساتھ جبریل ومیکائیل علیھما السلام کی خرید وفروخت:

ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلہ خریدنے کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر چھ درہم میں بیچی اور غلہ خریدنے کے لئے چل پڑے۔ راستہ میں ایک سائل مل گیا۔ اس نے سوال کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب درہم اسے دیدیے۔ آگے بڑھے تو ایک اعرابی کو دیکھا جو ایک اونٹنی لئے کھڑا تھا، اس نے حضرت علی سے کہا: علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم اس اونٹنی کو خرید لو چاہے قیمت پھر دے دینا، میں یہ اونٹنی سو درہم کی بیچتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹنی سو درہم کی خرید لی اور اونٹی لیکر آگے بڑھے تو ایک دوسرا اعرابی مل گیا وہ کہنے لگا، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ اونٹنی اگر بیچنے کو لے جار ہے ہو تو یہ لو ایک سو ساٹھ درہم اور اونٹی مجھے دے دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹی بیچ دی اور اعرابی سے ایک سو ساٹھ درہم وصول کر لئے۔ آگے بڑھے تو راستے میں پہلا اعرابی ملا اور اپنے سو درہم طلب کئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو درہم اسے دیدئے اور ساٹھ درہم لیکر گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے پوچھا کہ یہ ساٹھ درہم کہاں سے ملے؟ تو فرمایا: اپنے خدا سے تجارت کی تھی۔ ساٹھ درہم نفع ہوا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سارا واقعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: پہلا اعرابی جبریل علیہ السلام

---

88) (الانعام: ۵۹)

89) البراہین القاطعہ، ص ۵۱، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارن پور

تھااور دوسرا میکائیل علیہ السلام اور اونٹنی وہ تھی جس پر قیامت کے روز میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سوار ہو نگی۔[90] (نزھۃ المجالس، صفحہ ۱۹۰)

نوری، بشری شکل میں: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نور بشر کے لباس میں آتا ہے۔ دیکھئے جبریل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام اگر چہ لباسِ اعرابی میں آئے مگر پھر بھی وہ حقیقت میں نور ہی تھے، اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے مگر وہ ہمارے پاس لباسِ بشریّت میں تشریف لائے، جس طرح جبریل و میکائیل علیہما السلام کا لباسِ اعرابی میں آنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اب وہ نور نہیں رہے، اسی طرح حضور ﷺ نور ہیں اور سراپا نور ہیں مگر ہم بشروں کی ہدایت کیلئے لباسِ بشریّت میں ملبوس ہو کر تشریف لائے ہیں۔ اس عالَم میں آپ ﷺ جو لباسِ بشریّت لائے تو یہ محض لباس ہے اور لباس کے بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلا کرتی۔ دیکھئے زید نے یورپ میں جا کر کوٹ پتلون پہنی اور پاکستان میں آکر شیروانی و شلوار پہن لیا، پنجاب میں سر پر عمامہ باندھا اور یوپی میں جا کر ہلکی پھلکی ٹوپی پہن لی اور بنگال میں جا کر ننگے سر ہی پھرنے لگے تو ان سب صورتوں میں جیسا دیس ویسا بھیس کے مطابق لباس بدلتا رہا مگر زید وہی زید رہے گا، اسی طرح بلا تشبیہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں۔ جب آپ ﷺ اس عالَمِ بشریّت میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس عالم کا لباسِ بشریّت زیبِ تن فرمایا تو اس لباسِ بشریّت کے زیبِ تن فرمانے سے حضور ﷺ کے نور ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ آپ ﷺ پہلے بھی نور تھے اور اب بھی نور ہی ہیں۔

آپ کی آمد سے ہی گلخن بھی تو گلشن ہوا ۔۔۔۔ آپ ہی کے نور سے ظلمت کدہ روشن ہوا

جبریل علیہ السلام اور خاکِ کربلا: کمالاتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکرین کا عقیدہ ہے، کسی کو کیا خبر کہ کل کیا ہو گا سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا یہاں تک کہ اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بھی مانے تو مشرک ہے۔ یہاں ہم کربلا کا واقعہ لکھتے ہیں، جس سے ثابت ہو گا کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ صرف (آئندہ ہونے والا) واقعہ عرض کیا بلکہ کربلا کی مٹی بھی پیش کر دی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنھا حضور ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آج میں نے بہت ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا: حضور ﷺ وہ بہت ہی سخت ہے، فرمایا: تم بتاؤ کیا دیکھا ہے۔ عرض کیا: حضور ﷺ! میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسدِ اقدس کا ٹکڑا کاٹ کر میری گودی میں ڈال دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے سُن کر فرمایا: یہ تو تم نے بڑا اچھا خواب دیکھا ہے، میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ان شاء اللہ فرزند پیدا ہو گا جو تمہاری گود میں کھیلے گا چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل نے انہیں اپنی گود میں اٹھالیا، حضور ﷺ نے جو فرمایا تھا وہی ہوا۔

حضرت ام الفضل فرماتی ہیں: ایک روز میں حضرت امام حسین کو گود میں اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حسین کو حضور ﷺ کی گود میں ڈال دیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ ﷺ! آپ کی آنکھوں میں آنسو کیسے؟ فرمایا: ابھی ابھی جبریل علہ السلام آیا ہے، اس نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت اس میرے بیٹے کو شہید کر دے گی،

[90]) نزهة المجالس: منتخب النفائس، باب في فضل الصدقة وفعل المعروف، ص۲۵۹، المطبعة الكستلية، ۱۸۶۴هـ

میں نے عرض کیا: اس کو؟ فرمایا: ہاں! اس کو۔ پھر فرمایا: جبریل علیہ السلام اس میدانِ(کربلا) کی یہ سرخ مٹی بھی لیکر آیا ہے۔[91] (مشکوۃ شریف، صفحہ ۵۷۲)

سبق: حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی شان ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لختِ جگر ہیں، چنانچہ حضرت ام الفضل کے خواب میں آپ ﷺ نے یہی تعبیر بیان فرمائی کہ میرے جسمِ انور کا وہ ٹکڑا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ما في الارحام (پیٹ میں جو ہے اس) کا بھی علم عطا ہوا ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ان شاء اللہ فرزند پیدا ہو گا۔ چنانچہ حضرت امام حسین پیدا ہوئے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا حضور ﷺ کو علم تھا اور مقامِ شہادت، کربلا کا بھی علم تھا۔

ایک اعتراض کا جواب: اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر حضور ﷺ کو علم تھا تو آپ ﷺ نے اپنے نواسہ کو روکا کیوں نہیں؟ اور کیوں نہیں ان سے فرمادیا کہ بیٹا! کربلا کا رخ ہر گز کبھی اختیار نہ کرنا ورنہ یزیدیوں کے ہاتھوں قتل ہو جاؤ گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معترض شہادت کے علوِ مرتبت سے نا واقف ہے، شہادت تو ایک بہت بڑا مرتبہ ہے، خدا نے شہید کو زندہ قرار دیا ہے فرمایا:

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتٌۢ بَلْ أَحْيَآءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ[92]

ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔

اس آیت میں شہید کو مردہ نہ کہنے کا حکم ہے یعنی اسے مردہ نہ کہو۔ ممکن ہے کوئی سمجھتا ہو کہ خدا نے صرف مردہ کہنے سے روکا ہے ویسے ہوتے وہ مردہ بھی ہیں، اس شک کو دوسری آیت میں رد فرمادیا اور فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتًۢا ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ[93]

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ہر گز مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔

یہ ہے شان، شہید کی کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ شہادت کے بعد زندہ ہے، روزی پاتا ہے ہے اسے مردہ نہ کہو، نہ مردہ سمجھو، وہ زندہ ہے۔ ہاں تمہیں خبر نہیں۔ "ولکن لا تَشْعُرُونَ" (ہاں تمہیں خبر نہیں) ہماری بے خبری سے شہید کی زندگی میں فرق نہیں آسکتا۔ دیکھئے ہم سب اپنی پیدائش سے پہلے اپنی اپنی ماؤں کے شکموں (پیٹوں) میں تھے اور زندہ تھے، زندہ ہی تھے تو زندہ پیدا ہوئے مگر ماں کے پیٹ میں اپنی زندگی کی ہمیں کوئی خبر نہیں باوجود اس کے ہمیں یقین ہے کہ ہم ماں کے پیٹ میں زندہ تھے اسی طرح شہید کی قبر کی زندگی سے اگرچہ ہم بے خبر ہیں مگر ہمیں اس زندگی کا بھی یقین ہے۔

---

[91]) مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أهل، الفصل الثالث، ٣/ ١٧٤١، الحديث: ٦١٨٠- [٢٦]، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

[92]) (البقرۃ: ۱۵۴)

[93]) (آل عمران: ۱۶۹)

شہادت کی بلند و بالا شان: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہادت کا علوّ مرتبت دکھانے کے لئے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ[94]

ترجمہ: بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں، میں شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہوں۔

(بخاری شریف، صفحہ ۳۹۲، جلد۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں میں یہی جذبہ پیدا فرمایا: حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ دعا مانگا کرتے تھے: "الٰہی مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت عطا فرما۔"[95] (بخاری شریف، صفحہ ۳۹۱، جلد۱)

شہید کو جامِ شہادت نوش کرتے وقت جو لذّت و کرامت حاصل ہوتی ہے اس کی اہمیت ملاحظہ فرمایئے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی جنّتی جنّت سے نکل کر پھر اس دنیا میں آنا نہ چاہے گا اگرچہ ساری دنیا کا مال بھی اسے مل جائے مگر شہید کی یہ تمنا ہو گی کہ میں دنیا میں جاؤں اور دس مرتبہ اللہ کی راہ میں شہید ہوں۔[96] (مشکوۃ شریف، صفحہ ۳۲۲) شاعر نے کیا خوب لکھا ہے

مزہ جو مرنے کا عاشق بیاں بھی کرتے   مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مبارک حالات پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ وہ جامِ شہادت پینے کے مشتاق (شوقین) رہتے تھے۔ اجلہ صحابہ کرام کے علاوہ چھوٹی عمر کے بچوں میں بھی جذبۂ شہادت موجود تھا۔ چنانچہ ابو جہل جیسے بڑے کافر کو دو چھوٹے چھوٹے بچوں نے فی النار کیا تھا۔ یہی جذبۂ شہادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسوں حسنین کریمین میں بھی موجود تھا۔ جس جذبہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود انتہائی پیار تھا حضور ﷺ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جذبہ کو کیوں روکتے اور انہیں فرماتے کہ بیٹے کربلا کا رخ ہرگز نہ کرنا۔ معترض چاہتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے پیارے نواسے کو مراتبِ عُلیا (بلند مرتبہ) حاصل کرنے سے روک دیتے۔

الزامی جواب: یہ کہنا کہ اگر حضور ﷺ کو علم تھا تو آپ ﷺ نے اپنے نواسے کو روکا کیوں نہیں؟ ہم کہتے ہیں خدا نے قرآن میں فرمایا ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقۡتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيۡرِ حَقّٖ[97]

ترجمہ: جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے ہیں۔

---

[94]) صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، الباب: تمني الشهادة، ٤/ ١٧، الحديث: ٢٧٩٧، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ

[95]) صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، الباب: الدعاء بالجهاد والشهادة للرجال والنساء، ٤/ ١٦، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ

[96]) مشكاة المصابيح، كتاب الجهاد، الفصل الاول، ٢/ ١١٢٠، الحديث: ٣٨٠٣-[١٧]، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

[97]) (آل عمران: ٢١)

ان آیات میں یہودیوں کا ذکر ہے کہ وہ اللہ کے نبیوں کو ناحق شہید کرتے۔ معترض بتائے کہ اللہ کو تو علم تھا کہ میں نے اگر ان نبیوں کو بھیجا تو یہودی ان کو قتل کر دیں گے پھر اللہ نے ان نبیوں کو بھیجا ہی کیوں؟ پس جو جواب یہاں ہو گا وہی جواب ہمارا ہو گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر مشکل کے وقت مدد فرما سکتے ہیں تو حضور ﷺ نے کربلا میں اپنے نواسے کی مدد کیوں نہ کی؟ بات پھر وہی ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کو اُخروی کامیابی اور شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کرنے سے کیوں نہ روک دیا۔؟

حضور ﷺ نے مدد فرمائی: آیئے دیکھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کربلا میں اپنے پیاروں کی مدد فرمائی یا نہ فرمائی؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مدد کرنے کا جو اپنا انداز بیان فرمایا ہے، پہلے وہ معلوم کر لیجئے۔ خدا فرماتا ہے:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ[98] **ترجمہ:** اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ یعنی مسلمانوں کی مدد فرمانا، ہمارے ذمہ ہے۔

اب دیکھئے خدا کی مدد فرمانے کا طریقہ کیا ہے فرمایا: إِن تَنصُرُوا ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ[99]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

دوسرے مقام پر فرمایا: لِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ ٱلْأَقْدَامَ[100]

ترجمہ: اور تمہارے دل کی ڈھارس بندھا دے (تسلی ہو) اور اس سے تمہارے قدم جما دے۔

خدا کی اس مدد سے مسلمان ہمیشہ اعدائے دین سے ثابت قدم رہ کر قتال کرتے رہے، مؤرّخین نے واقعاتِ کربلا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے فسق و فجور کے سامنے ڈٹ گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی مدینہ منورہ میں اور کبھی میدانِ کربلا میں رات کو خواب میں اپنے پیارے نواسے کو اپنے دیدارِ پُر انوار سے مشرّف فرما کر انہیں اس امتحان گاہ میں ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے اور ان کے لئے صبر و اجر کی دعائیں فرماتے ہیں، یہ حضور ﷺ ہی کی تلقین اور دعاؤں کا کرشمہ تھا کہ بہتر ہزار سے بھی زیادہ یزیدیوں کے مقابلہ میں صرف بہتر نُفوسِ قدسیہ کی معیت میں مقابلہ میں ڈٹ گئے اور ثابت قدم رہے، منہ نہیں پھیرا، پیٹھ نہیں دکھائی، بے مثال ہمت و بہادری اور انتہائی عزم و استقلال، حوصلہ و جرات اور صبر و شکر کے ساتھ یزیدیوں کا مقابلہ کیا۔ فرشیوں، عرشیوں سے دادِ تحسین حاصل کی اور قیامت تک کے لئے اپنا نام روشن فرما دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

[98] (الروم:۴۷)

[99] (محمد:۷)

[100] (الانفال:۱۱)

رونا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے جب شہادتِ حسین کی خبر سنی تو چشمانِ مبارک میں آنسو آ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکرِ شہادت سن کر خود بخود اگر آنسو آ جائیں تو یہ جائز ہے۔ صرف رونے کی حد تک یہ جواز ہے اور جزع و فزع، سینہ کوبی ماتم وغیرہ شرعاً ناجائز ہے، صرف رونا بھی جو بغیر تکلّف کے آ جائے، جائز ہونے کے باوجود ایک درس دیتا ہے اور وہ یہ ہے۔

صرف رو لینے سے قوموں کے نہیں پھرتے ہیں دن	جانفشانی بھی ہے لازم اشک افشانی کے ساتھ
آنکھ میں آنسو ہوں دل میں ہو شرار زندگی	شعلہ آتش بھی ہو بہتے ہوئے پانی کے ساتھ

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر رونے والا ضروری نہیں کہ سچا ہی ہو، اگر ہر رونے والا سچا ہی مانا جائے تو پھر دنیا میں کوئی عورت جھوٹی نہیں، جنہیں بات بات پر خواہ مخواہ رونا آ جاتا ہے۔ آ، بھی نہیں جاتا بلکہ وہ رونا شروع کر دیتی ہیں، رونے کی تائید میں بعض لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ بناوٹی اور جھوٹا رونا نہ تھا، سچا تھا، اس لئے قرآن پاک میں آتا ہے:

وَٱبْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ ٱلْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ [101] **ترجمہ:** اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔

مفسّرین نے لکھا ہے کہ آپ کا غم انتہا کو پہنچ گیا اور روتے روتے آپ کی آنکھ کی موتی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی ضعیف ہو گئی، یہ غم آپ کا سچا تھا، رونا بھی سچا تھا آج بھی اگر یہ غم منانے والے اور آنسو بہانے والے بچے ہوتے تو انہیں سچا غم ہوتا اور ان کا رونا بھی سچا ہوتا تو کم از کم ان میں سے کوئی ایک ہی آج تک اندھا ہو گیا ہوتا۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا۔

توہینِ اہلِ بیت: شہادت کی عظمت و اہمیت آپ پڑھ چکے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد بھی آپ نے پڑھا کہ حضور ﷺ کو خود بھی شہادت سے بڑا پیار تھا مگر آیئے اب ان برائے نام محبانِ حسین کی ایک روایت پڑھ کر اندازہ کیجئے کہ ان لوگوں نے اہلِ بیتِ عظام کی برائے نام محبت کے رنگ میں کس قدر توہین کی ہے۔ چنانچہ اصولِ کافی کے صفحہ ۲۹۴ پر ہے:

"امام ابو عبد اللہ (جعفر صادق) علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبریل نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بشارت دی کہ فاطمہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہو گا جسے تمہاری امت تمہارے بعد شہید کر دیگی، تو حضور نے کہا: مجھے فاطمہ سے پیدا ہونے والے ایسے بچہ کی کوئی ضرورت نہیں جسے میری امت شہید کر دے گی جبریل واپس آسمان پر گئے اور پھر اترے اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا حضور نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھے ایسے بچہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبریل پھر آسمان پر گئے پھر اترے اور کہا اللہ فرماتا ہے کہ اس بچہ کی اولاد میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کروں گا۔ یہ سن کر حضور راضی ہوئے پھر فاطمہ کو پیغام بھیجا کہ خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ تجھ سے ایک بچہ پیدا ہو گا جسے میری امت شہید کر دے گی تو فاطمہ نے جواب بھیجا کہ مجھے

---

[101] (یوسف: ۸۳)

ایسے بچہ کی کوئی حاجت نہیں جسے تمہاری امت شہید کر دے گا۔ حضور نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ اللہ نے اس کی اولاد میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کی ہے تو فاطمہ نے کہلا بھیجا کہ میں راضی ہوں۔"[102]

اس روایت سے جو نتائج ظاہر ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں:

خدا تعالی جبریل علیہ السلام کے ذریعے حضور ﷺ کو ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے کہ فاطمہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہو گا جو شہید ہو جائے گا بشارت کا معنی ہے خوشخبری، خدا اپنے رسول کو خوشخبری دیتے ہے ایک شہید ہو جانے والا بچہ کی ولادت کی اطلاع دیتا ہے مگر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا خدا کی عظمت و جلال کا (معاذ اللہ) کچھ بھی خیال نہ کر کے بڑی جرات کے ساتھ بار بار اس انعامِ خداوندی کو رد کر دیتے ہیں اگر کوئی دنیاوی بادشاہ کسی امیر کو انعام دینا چاہے اور وہ اس طرح رد کر دے تو بادشاہ کی توہین سمجھی جاتی ہے۔

دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ جس چیز کو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے موجبِ نعمت و رحمت تجویز کیا اور اس کی خوشخبری سنائی ان دونوں نے اس کو اپنے لیئے مصیبت اور قابلِ رد سمجھا۔ گویا اللہ کو حکیم و خبیر نہ جانا اور اپنی رائے، اللہ کی تجویز پر مقدّم سمجھی اور یہ خیال نہ کیا کہ جس چیز کی اللہ نے بشارت بھیجی ہو، وہ ضرور بہت بڑی نعمت ہو گی۔

تیسرا یہ کہ شہادت فی سبیل اللہ میں، وہ دونوں (نبی پاک ﷺ و سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا) کچھ بھی فضیلت نہ جانتے تھے بلکہ شہادت کو حقیر اور قابلِ رد سمجھتے تھے۔ ان نتائج کے پیشِ نظر معلوم ہوا کہ دشمنانِ صحابہ کرام نہ صرف صحابہ ہی کے بلکہ اہلِ بیتِ عظام کے بھی گستاخ ہیں۔

یہ ہیں اللہ کے پیاروں کے دشمن   نبی کے اور یاروں کے دشمن

آفاقہا گردیدہ ام (میں نے دنیا کی سیر کی ہے):

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تم نے مشرق و مغرب کو دیکھا ہے کہیں میرے جیسا بھی دیکھا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور ﷺ میں نے مَشارِق و مَغارِب کو دیکھ ڈالا کہیں بھی کسی کو آپ ﷺ سے افضل نہ پایا یارسول اللہ ﷺ! آپ کا رب آپ کے لئے فرماتا ہے کہ میں نے اگر ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ ﷺ کو اپنا حبیب بنایا ہے اور میں نے کوئی بھی ایسا نہیں بنایا جو آپ سے زیادہ مجھے محبوب ہو اور میں نے ساری دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لئے بنایا ہے کہ تمہاری شان اور میرے نزدیک جو عزت ہے وہ میں انہیں بتاؤں اور دکھاؤں، اے میرے محبوب ﷺ! میں نے اگر تمہیں نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔[103] (حجۃ اللہ علی العالمین، صفحہ ۲۹)

سبق: جبریل امین کے اس مشاہدہ نے اسی حقیقت کو اور بھی زیادہ آشکار (واضح) کر دیا کہ خدا کی ساری خدائی میں کوئی بھی حضور ﷺ سے افضل نہیں حضور ﷺ ہی سب سے افضل ہیں اور **بعد از خدا بزرگ توئی** کے مِصداق کوئی حضور ﷺ کی مثل ہو، ساری کائنات میں ایسا کوئی پیدا ہی نہیں کیا گیا اگر کوئی

---

[102]) الأصول من الكافي للكليني، باب: مولد الحسين بن علي عليهما السلام، ١ / ٤٦٤، دار الكتب الاسلامية مرتضى آخوندي تهران بازار سلطاني الطبعة الثالثة ١٣٨٨ء

[103]) حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم، فصل في طهارة نسبه شريف صلي الله عليه وسلم، ص ١٢٦، دار الكتب العلمية، ٢٠١٥م

بدبخت ایسا دعویٰ کرے تو وہ ایک زاغ(کوّا) ہے جسے بلبل کی ہمسری کا دعوی ہے، ایک شیطان ہے جسے فرشتے کی برابری کا خیالِ خام ہے، ایک قطرۂ ناپاک ہے جسے آبِ زمزم سے مُماثلت (برابری) کا گمان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل اور حضور ﷺ اللہ کے حبیب ہیں، خلیل مرضیٔ خدا چاہتا ہے اور مرضیٔ حبیب خدا چاہتا ہے۔

صاحبِ لمعاتِ فرماتے ہیں:

وهو جامع للخلة والتكليم والاصطفاء والمناجاة مع شيء زائد لم يثبت لأحد، وهو كونه محبوب الله تعالى بالمحبة الخاصة التي هي من خواصه صلي الله عليه وسلم[104] (حاشیہ مشکوۃ، صفحہ ۵۰۵)

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کا اصطفاء، موسی علیہ السلام کی تکلیم اور عیسٰی علیہ السلام کی مناجات، حبیب اللہ ﷺ ان سب کا جامع ہے۔ ایک اور وصفِ زائدہ بھی اس میں شامل ہے اور وہ حضور ﷺ کا محبتِ خاص سے خدا تعالی کا محبوب ہونا ہے جو کسی دوسرے پیغمبر کو حاصل نہیں۔ معلوم ہوا کہ ساری کائنات میں ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کوئی نہیں۔

جبریل سے کہنے لگے اک روز یوں شاہِ امم — تم نے دیکھے ہیں جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
یوں کہا جبریل نے اے مہ جبین تیری قسم — آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بُتاں و رزیدہ ام

کنداذہن کنداںظریہ: خدا نے یہ ساری کائنات صرف اس لئے پیدا کی ہے تاکہ وہ اپنے محبوب ﷺ کی شان و عزت ساری کائنات کو بتائے اور دکھائے کہ میرے محبوب ﷺ کی میری نظر میں دیکھو کتنی بڑی شان ہے اور میری بارگاہ میں اس کی کتنی عزت ہے مگر افسوس کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی پر جس نے یہ لکھ دیا کہ

"اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔"[105]

(تقویۃ الایمان، صفحہ ۶۳)

خدا تو اپنے محبوب ﷺ کی شان و شوکت اپنے روبرو بہت بڑی بتائے اور ساری کائنات ہی اسی لئے بنائی تاکہ کائنات محبوبِ خدا ﷺ کی بارگاہِ خدا میں شان و عزت دیکھے مگر مولوی اسمعیل دہلوی خدا کے ارشاد کے برعکس نہ صرف حضور ﷺ ہی کو بلکہ سارے نبیوں اور ولیوں کو بھی خدا کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر بتائے، اس ذرہ ناچیز سے بھی کمتر مولوی اسمعیل کا یہ قول خدا تعالی کے مقدّس ارشاد کے روبرو ایک قولِ خبیث سے بھی بدتر ہے۔ آخر میں خدا نے فرمایا: اے محبوب ﷺ! میں نے اگر تمہیں نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔

زمین و زمان تمہارے لئے مکین و مکان تمہارے لئے — چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

---

[104] لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح للخطيب التبريزي، كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه، ۲۳۹/۹، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، 2020م

[105] تقویۃ الایمان معہ تذکیر الاخوان، الفصل الرابع ذکر رد الاشراک فی العبادات، ص ۴۷، شمع بک ایجنسی، یوسف مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور

جبریل علیہ السلام کا اظہارِ عجز: نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں: شبِ معراج جبریل علیہ السلام میرے ساتھ تھا، سدرۃ المنتہیٰ کا مقام آیا تو جبریل علیہ السلام وہاں رک گیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ کیا ایسے مقام میں دوست دوست کو چھوڑ دیتا ہے، یہاں رک کیوں گئے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور ﷺ اس مقام سے اگر میں ذرہ بھر بھی بڑھا تو تجلیات کے نور سے میں جل جاؤں گا۔ اب آگے جانا آپ ہی کی شان ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اچھا اے جبریل علیہ السلام! ہم تمہاری حد سے آگے جا رہے ہیں بتاؤ! تمہاری کوئی حاجت ہے؟ اگر کوئی حاجت ہے تو بیان کرو ہم اللہ سے تمہاری حاجت پوری کر الائیں گے، جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: ہاں! حضور ﷺ میری ایک حاجت ہے میری طرف سے خدا سے سوال کیجئے کہ قیامت کے روز جب تمام امتیں پلِ صراط سے گذر رہی ہوں، جب حضور ﷺ کی امت گزرنے لگے تو میری تمنا ہے کہ میں پلِ صراط پر اپنے پر بچھا دوں تاکہ آپ ﷺ کی امت اس پر سے آسانی کے ساتھ گزر جائے۔[106] (مواہب لدنیہ، صفحہ ۲۹، جلد ۲)

سبق: جبریل امین فرشتوں کے سردار ہیں شبِ معراج سدرہ پر آکر رک گئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا۔

اگر یک سرموئے بر تر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: حضور ﷺ! آگے آپ ﷺ ہی تشریف لے جایئے، میں اب اگر آپ ﷺ کے ساتھ آگے چلا تو فروغِ تجلی سے میرے پَر جل جائیں گے۔

جبریل امین سدرہ سے آگے نہ جاسکے مگر حضور ﷺ آگے بڑھ گئے اور جبریل علیہ السلام نے بھی یہی کہا کہ آگے جانا آپ ہی کی شان ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانیت جبریل علیہ السلام کی نورانیت سے کہیں زیادہ تھی مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اے ہزاراں جبریل اندر بشر　　بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات میں بے مثل ہیں، حتیٰ کہ جبریل امین بھی آپ ﷺ کی مثل نہیں ہو سکتے، جبریل امین نے نہ حضور ﷺ کو اپنی مثل سمجھا اور نہ خود کو حضور ﷺ کی مثل جانا اگر وہ حضور ﷺ کو اپنی مثل سمجھتے تو سدرہ پر خود رُکے تھے حضور ﷺ کو بھی روک کر کہتے کہ حضور ﷺ میں یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا، آپ بھی آگے مت بڑھیں اور اگر خود کو حضور ﷺ کی مثل جانتے تو وہ سدرہ پر نہ رکتے اور حضور ﷺ کے ساتھ آگے چل پڑتے مگر نہ حضور ﷺ کو روکا نہ اور آگے بڑھے گویا نہ حضور ﷺ کو اپنی مثل سمجھا، نہ خود کو حضور ﷺ کی مثل جانا۔

الحمد للہ اہلِ سنت کا وہی عقیدہ ہے جو جبریل علیہ السلام کا ہے۔

وسیلۂ عُظمیٰ: حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: تمہاری کوئی حاجت ہو تو بتاؤ ہم اللہ سے پوری کر الائیں گے۔ گویا حضور ﷺ نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ حقیقی حاجت روا اللہ ہی ہے مگر اس کی یہ حاجت روائی میرے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے اگر حضور ﷺ کا وسیلہ ضروری نہ ہوتا تو جبریل امین کہہ دیتے حضور ﷺ! مجھے اگر اللہ سے کوئی حاجت ہوئی تو میں خود اس سے کہہ لوں گا آپ ﷺ سے کہنے کی مجھے کیا حاجت ہے؟ جبریل علیہ السلام نے یوں

106) المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد الخامس الإسراء والمعراج، ۴۸۲/۲، المكتبة التوفيقية، القاهرة مصر

نہیں کہا اور اپنی حاجت کا حضور ﷺ ہی سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ قیامت کے روز پل صراط پر آپ کی امت کے لئے اپنے پَر بچھا دوں۔"میری اس حاجت کو اللہ کے حضور پیش کریں تا کہ خدا میری اس حاجت کو پورا فرما دے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے   حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی اتنے شرف کی بات ہے کہ جبریل امین بھی حضور ﷺ کے غلاموں کے لئے اپنے پر بچھانے کی تمنا رکھتے ہیں۔

زاہد ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع   اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

وصالِ حبیب ﷺ کے وقت جبریل کا منظر: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرضِ وصال شریف میں بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت افزائی کے لئے صرف آپ ﷺ کی خاطر مجھے آپ کی مزاج پُرسی (طبیعت پوچھنے) کے لئے بھیجا ہے، وہ پوچھتا ہے آپ کا کیا حال ہے، حالانکہ وہ آپ ﷺ سے زیادہ آپ ﷺ کا حال جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں مغموم و مکروب (غم اور تکلیف میں) ہوں۔ دوسرے دن جبریل علیہ السلام پھر حاضر ہوئے اور اللہ کی طرف سے حال پوچھا۔ حضور ﷺ نے پھر وہی جواب دیا، جبریل علیہ السلام تیسرے دن پھر آئے اور اللہ کی طرف سے حال پوچھا۔ حضور ﷺ نے پھر وہی جواب دیا، جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور ﷺ! آج میرے ساتھ اسمٰعیل نام کا فرشتہ بھی آپ ﷺ کی مزاج پُرسی کے لئے آیا ہے، حضور ﷺ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا: حضور ﷺ یہ فرشتہ ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے اور اس کے ماتحت جو لاکھ فرشتے ہیں ان میں سے ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے۔ یعنی یہ اسمٰعیل ایک لاکھ فرشتوں کے ایک لاکھ سرداروں کا سردار ہے۔ آپ ﷺ کی مزاج پُرسی کے لئے حاضر ہوا ہے جبریل علیہ السلام نے پھر عرض کیا: حضور ﷺ! آج میرے ساتھ مَلَک الموت بھی آیا ہے اور آپ ﷺ سے اجازت طلب کرتا ہے جب کہ اس نے آج تک کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی سے اجازت طلب کرے گا۔ حضور ﷺ اگر آپ اسے اجازت دیں تو وہ حاضر ہو جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے اجازت ہے اسے آنے دو۔ چنانچہ اجازت پا کر ملک الموت حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ ﷺ کا ہر حکم مانوں، جو آپ ﷺ فرمائیں وہی کروں گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں روح مبارک کو قبض کروں، مرضی نہ ہو تو واپس چلا جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم ایسا ہی کرو گے؟ ملک الموت نے عرض کیا: ہاں حضور ﷺ مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں آپ کی مرضی کے مطابق کام کروں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کے لقاء و وصال کو چاہتا ہے۔ حضور ﷺ نے ملک الموت کو فرمایا: تمہیں روح قبض کرنے کی اجازت ہے، جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: حضور ﷺ اب جب آپ تشریف لے جا رہے ہیں تو پھر زمین پر یہ میرا آخری پھیرا ہے، اس لئے میرا مقصود تو صرف آپ ﷺ تھے، اس کے بعد ملک الموت روح المبارک کے قبض کرنے کے شرف سے مشرف ہوا۔[107] (مشکوۃ شریف، صفحہ ۵۴۱۔ مواہب لدنیہ، صفحہ ۳۷۱، جلد ۲)

سبق: ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ملاحظہ فرمایئے کہ حضور ﷺ بیمار ہوئے تو خدا تعالیٰ جو غنی عن العالمین (تمام جہانوں سے بے نیاز) ہے حضور ﷺ کی بیمار پُرسی فرماتا ہے، دستور (اصول) یہ ہے کہ دوست بیمار پڑے تو بیمار پُرسی کے لئے دوست آتے ہیں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور

---

[107]) مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب هجرة أصحابه صلى الله عليه وسلم من مكة ووفاته، الفصل الثالث، ٣/ ١٦٨٥، الحديث: ٥٩٧٢-[١٧]، الناشر: المكتب الإسلامي—بيروت، الطبعة: الثالثة، ١٩٨٥

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا محب، محبوب بیمار ہو اور محب بیمار پُرسی کے لئے نہ آئے؟ یہ کیسے ممکن ہے مگر چونکہ اللہ تعالی خدا ہے، کبریا ہے اور آنے جانے کی کیفیت سے پاک ومنزہ ہے، اس نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا تاکہ وہ خدا کی طرف سے حضور ﷺ کی بیمار پُرسی کرے اور محبت کا تقاضا پورا ہو۔ حضور ﷺ کی علالت خدا ہی کی طرف سے تھی اور اُسے حضور ﷺ کے حال کا علم بھی تھا مگر پھر بھی حضور ﷺ کی محبوبیت کا تقاضا یہی تھا کہ محِب علم ہونے کے باوجود محبوب سے پوچھے کہ پیارے تیرا کیا حال ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پوچھنے والا ضروری نہیں کہ بے خبر ہی ہو، باخبر ہو کر بھی بعض اوقات کسی سوال میں حکمت ہوتی ہے۔ ہمارے حضور ﷺ کی جلالتِ شان دیکھئے کہ خدا تعالی بیمار پُرسی فرمارہا ہے اور مسلسل تین روز پھر تیسرے روز آپ ﷺ کی بیمار پُرسی کے لئے جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک ایسا فرشتہ بھی حاضر ہوا جو ایک ایک لاکھ فرشتوں کے، ایک لاکھ سرداروں کا سردار ہے۔ لاکھوں، کروڑوں فرشتوں کا سردار ساری کائنات کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت کے لئے حاضر ہوتا ہے ایک وہ بھی ہیں جو بیمار پڑ جائیں تو حقیقی بیٹا بھی قریب نہیں آتا، قریب آتا بھی ہے تو فرشتہ اور فرشتہ بھی وہ جسے ملک الموت کہتے ہیں اور وہ بھی بیمار پُرسی کے لئے نہیں بلکہ "روح کشی" (نکالنے) کے لئے آتا ہے پھر ایسے لوگ اگر حضور ﷺ کی مثل بننے لگیں تو ملک الموت ہی انہیں سنبھالے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی روحِ اقدس قبض کرنے کے لئے ملک الموت تنہا نہیں آیا بلکہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ آیا اور حاضری کے لئے جبریل علیہ السلام کی وساطت (واسطے) سے اجازت چاہی جب کہ اس نے اس سے پہلے کبھی کسی سے اجازت طلب کی تھی نہ آئندہ کرے گا۔ یہ صرف اور صرف ہمارے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہی کی جلالتِ شان ہے کہ ملک الموت بھی حاضر ہونے سے پہلے اجازت طلب کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے حاضری کی اجازت دی تو حاضر ہوا اور پھر عرض یہ کیا کہ حضور ﷺ! اللہ نے مجھے آپ کی طرف یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ میں اپنی مرضی نہ کروں بلکہ آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کروں۔ حضور ﷺ چاہیں تو روح اقدس کو قبض کروں، نہ چاہیں تو واپس چلا جاؤں۔ گویا حضور ﷺ کا وصال مبارک آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے اللہ کی لقاء ووصال کی خاطر اجازت دیدی اور ملک الموت روحِ اقدس کو قبض کرنے کے شرف سے مشرف ہوا۔ کس قدر جہالت اور ظلمت ہے اگر کوئی اس بے مثل ذاتِ گرامی کی مثال بننے لگے جب کہ ہمارا یہ حال ہے کہ

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے   اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

وصالِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جبریل علیہ السلام کی ڈیوٹی: حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آج آسمانوں پر حضور ﷺ کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ خدا تعالی نے داروغۂ جہنم مالک کو حکم دیا ہے کہ میرے حبیب کی روح مبارک آسمانوں پر تشریف لارہی ہے، اس اعزاز میں دوزخ کی آگ بجھادے اور حورانِ جنّت کو حکم دیا ہے کہ تم سب اپنی تزئین و آراستگی کرو۔ اور سب فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تعظیمِ روحِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے سب صف بصف کھڑے ہو جاؤ اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بشارت دوں کہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں پر جنّت حرام ہے جب تک آپ

اور آپ کی امت جنّت میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر آپ کی طفیل اس قدر بخشش و مغفرت کی بارش فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔[108] (معارج النبوۃ، صفحہ ۲۵۳، جلد ۲)

فائدہ: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقعہ پر استقبال کی تیاریاں کرنا، تزئین و آراستگی اختیار کرنا، اجتماعی رنگ میں خوشی کا مظاہرہ کرنا، محافلِ میلاد منعقد کرنا اور حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے قیام کرنا یہ سب اُمور مُسْتَحْسَنہ(مستحب) ہیں اور فرشتوں و حورانِ جنّت کا بھی معمول ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقعہ پر خوشی منانے کو ناجائز، بدعت کہنا گویا خدا کی معصوم مخلوق فرشتوں کو بھی اپنی اس جاہلانہ تیر اندازی کا ہَدف(نشانہ) بنانا ہے۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں دوزخ کی آگ بھی بجھا دی گئی پھر اگر کوئی بدبخت حضور ﷺ کی تشریف آوری کے موقعہ پر حضور ﷺ کے غلاموں کو خوشی مناتے دیکھ کر بغض و حسد کی آگ میں جلنا شروع کر دے تو یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ دوزخ کی آگ اس کے لئے نہیں بجی۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت حضور ﷺ کے غلاموں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ سب امتوں سے پہلے جنّت میں داخل ہوں گے اور ان پر خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم کی اس قدر بارش فرمائے گا کہ حضور ﷺ خوش ہو جائیں گے اور اس حقیقت کا اظہار ہو جائے گا کہ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

ایک وحی کے وقت: جبریل علیہ السّلام حضورِ سرورِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں مختلف صُورتوں اور شکلوں میں حاضر ہوتے۔ ایک وقت حاضر ہوئے، یہ کیفیت تھی کہ "معارج "میں روایت ہے کہ جب جبریل علیہ السّلام وحی لے کر آئے، حضورِ اکرم ﷺ قیلولہ (دوپہر کی نیند) فرما رہے تھے۔ جبریل علیہ السّلام نے پیچھے سے آکر آنحضرت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو متنبّہ (آگاہ) کیا۔ آپ ﷺ نے اُٹھ کر چُپ و راست (ادھر اُدھر) دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا، پھر آپ ﷺ نے تکیہ (دوبارہ آرام) فرمایا۔ جبریل علیہ السّلام نے دوبارہ بآواز کہا" يَا مُحَمَّدُ "! آپ ﷺ نے اُٹھ کر دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے سے روانہ ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کا تعاقُب (پیچھا) کیا، جب وہ صفا و مروہ کے درمیان پہنچا تو یکا یک بڑھنا شروع ہوا اور اتنا بڑھا کہ سر اس کا آسمان میں جا لگا اور پیر زمین تک پہنچے۔ اس کے پروں نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔ بازو و بال (پر اور بازو) سبز، پیشانی چمکدار، رُخسارہ نُورانی (روشن چہرہ)، دانت مثلِ موتی کے سفید، بالِ سر سرخ، آنکھیں سرمگیں (سُرمہ لگی ہوئی)، جن کے درمیان "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ "منقُوش (لکھاہوا) تھا۔

اور سر پر تاجِ مُرصَّع بدُرّ و جَوَاہر کا (سونے اور جواہرات سے سجا تاج) رکھا تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ کو جب یہ عجیب و غریب صُورت نظر آئی تو بڑی ہیبت (خوف) محسوس ہوئی اور آپ ﷺ نے اُس سے اِستفسار (پوچھا): مَنْ أَنْتَ رَحِمَكَ اللّٰهُ؟ وَإِنِّي لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ مِثْلَ خَلْقِكَ وَلَا أَحْسَنَ مِنْكَ وَجْهًا

ترجمہ: "تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، میں نے تم سا قد و قامت، شکل و شباہت اور حسن و جمال میں کسی کو نہیں دیکھا۔"

جبریل علیہ السّلام نے عرض کی:　　"أَنَا رُوْحُ الْأَمِيْنُ، الْمُنَزَّلُ إِلٰى جَمِيْعِ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ"

ترجمہ: "میں روح الامین (جبریل) ہوں اور تمام انبیاء و مرسلین پر وحی لے کر نازل ہونے والا ہوں۔"

---

[108] مَعَارِجُ النُّبُوَّة، ملک الموت کو اجازت مل گئی، ۵۰۱/۳، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ۲۰۰۰ء

پھر جبریل علیہ السّلام نے عرض کی" :اِقرَأْ "(پڑھیے)۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا" :مَا اَنَا بِقَارِئٍ "(میں پڑھنے والا نہیں ہوں)۔

پس جبریل علیہ السّلام نے ایک نامہ (لکھا ہوا صحیفہ) اپنے پروں سے نکالا اور حضورِ اکرم ﷺ کے روبرو پیش کیا۔ آپ ﷺ نے وہی جواب دیا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں اور نہ میں اسے دیکھتا ہوں۔

مزید بر آں، ایک روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السّلام نے آپ ﷺ کو تین بار دبایا (زور دیا)[109] اور پھر پہلے "أَعُوْذُ "(اعوذ باللہ) پڑھوایا، پھر "بِسمِ اللّٰہِ "اور پھر "اِقرَأْ"۔ اس کے بعد جبریل علیہ السّلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو وہاں ایک چشمۂ آب (پانی کا چشمہ) جاری ہو گیا۔

جبریل علیہ السّلام نے اُس سے وضُو (طہارت) کیا اور حضور ﷺ کو سکھایا کہ اسی طرح وضو کیجیے۔ حضور ﷺ نے بھی جبریل علیہ السّلام کے کہنے کے مطابق اُس چشمہ سے وضو فرمایا۔ پھر جبریل علیہ السّلام نے ایک چُلّو پانی لے کر حضور ﷺ کے چہرۂ اطہر (مبارک چہرہ) پر چھڑکا اور آنحضرت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کو ساتھ لے کر نماز پڑھی۔ حضور ﷺ نے ان کی اقتدا فرمائی۔ بعد ازاں جبریل علیہ السّلام نے عرض کیا: اسی طرح وضو کیا کیجیے اور نماز پڑھا کیجیے۔ پھر جبریل علیہ السّلام آسمان کی طرف صُعُود (بلندی کی طرف روانہ) ہوئے۔

حضورِ اکرم ﷺ تر َسان وَلرزَان (خوفزدہ اور کانپتے ہوئے) گھر کی طرف لوٹے۔ راستے میں جس جس پتھر پر آپ ﷺ کا گزر ہوتا، وہ بآوازِ بلند (اونچی آواز سے) حضور ﷺ پر سلام عرض کرتا: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ"!

سوال: اس روایت سے بھی اور ابتدائی وحی سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو جبریل علیہ السلام کی پہچان نہ تھی اور تم انہیں حضور علیہ السلام کا خادم ثابت کر رہے ہو۔

جواب: یہ استِغرَاق (محو ہو جانے کی) کیفیت تھی۔ یونہی ابتدائی وحی میں بھی استِغرَاق تھا، جب آپ ﷺ کو جبریل علیہ السّلام نے بار بار مُتوَجّہ (متنبہ) کیا، تب آپ ﷺ استِغرَاق سے ہٹ کر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ کیفیت عموماً (عمومی طور پر) حضورِ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم اور دیگر انبیاء علیہم السَّلام کے لیے ہوتی ہے، جیسے حضرت یَعقُوب علیہ السَّلام نے سائل کو جواب دیا: میں کبھی عرشِ مُعلّٰی پر ہوتا ہوں تو کبھی اپنے پاؤں کی پُشت بھی نہیں دیکھ پاتا۔ یعنی اتنا استِغرَاق ہوتا ہے کہ اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ یا جیسے حضورِ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے بار بار کہا گیا کہ مَلَائکہ کسی مسئلہ میں جھگڑ رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں انہیں نہیں جانتا، میں تو صرف تیرے دیدار کا مُشتاق ہوں اور اس میں مُستَغرِق (ڈوبا ہوا) ہوں۔ پھر جب آپ ﷺ کو مُتوَجّہ (متنبہ) کیا گیا تو پھر وہی فرمایا جو حدیثِ شریف میں مذکور ہے۔

سوال: فارسی کی ایک رباعی میں ہے:

[109] مَعَارِجُ النُّبُوَّۃ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ، نزولِ وحی، ۲۰۸/۲، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، ۲۰۰۰ء

علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار　　اگر کسے گوید کہ من دانم از و با در مدار

گفتے نہ گفتے تا نہ گفتے جبریل　　جبر یلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

ترجمہ: علمِ غیب سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا۔ اگر کوئی کہے کہ میں غیب جانتا ہوں، اس کا اعتبار نہ کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی کوئی بات نہ کہتے، جب تک جبریل علیہ السلام نہ کہتے اور جبریل علیہ السلام بھی نہ کہتے، جب تک اللہ تعالی نہ فرماتا۔

جواب: اس رُباعی میں حَصر (محدود کرنا) ہے کہ آنحضرت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کچھ نہ فرماتے جب تک حضرت جبرئیل علیہ السَّلام آپ ﷺ کو خبر نہ دیتے، حالانکہ یہ غَلَط (درست نہیں) ہے۔ بچَند وُجوہ (چند دلائل کی بنا پر) کُتُبِ صِحاحِ سِتَّہ (احادیث کی مشہور چھ کتابیں) و دیگر کُتُبِ اَحادِیث (حدیث کی کتابوں) میں بِکَثرت (بہت زیادہ) موجود (پائی جاتی) ہیں کہ ان میں الفاظ رَسُولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے ہوتے اور مضمون اللہ تعالی کا ہوتا ہے۔ خود حَقّ تَعَالیٰ اِلقاء فَرمَاتا (دل میں ڈالتا) ہے، حضرت جِبرِیل علیہ السَّلام کا وَاسِطہ (ذریعہ) نہیں ہوتا۔ اس اَمر (بات) کو اَدْنیٰ (ابتدائی) دَرَجَہ کا طَالِبُ العِلم بھی جانتا ہے جو حدیث پڑھنے والا ہو۔ پس اگر حَصرِ مَذکُور (یہ بیان کردہ حد بندی) دُرُست رَکھا جَائے (مانا جائے)، تو تمام اَحَادِیثِ قُدْسِیَّہ[110] کا اِبطَال (رد) لَازِم آتا ہے۔ یعنی اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ رَسُولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کچھ نہ فرماتے جب تک کہ حضرت جِبرِیل علیہ السَّلام آپ کو خَبَر (وحی) نہ دیتے، تو لازم آتا ہے کہ اَحَادِیثِ قُدْسِیَّہ، جن میں وَاسِطہ (ذریعہ) حضرت جِبرِیل علیہ السَّلام کا نہ ہوتا، بیکار (بے کار) اور غَلَط (باطل) ہو جائیں۔

سوال: جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو وضو سکھایا اور نماز سکھائی جیسا کہ احادیث میں ہے۔ اس سے تو جبریل علیہ السلام حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استاد ثابت ہوئے اور تم انہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خادم ثابت کر رہے ہو۔

جواب: جبریل علیہ السلام وضو اور نماز سکھانے نہیں آئے تھے، وضو نماز کے طریقہ کے اظہار کے لئے آئے تھے، وہ بھی اس لئے کہ اہلِ کتاب کو نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علامات میں ایک علامت یہ بھی بتائی تھی کہ وہ اسلامی امور از خود نہیں بلکہ اللہ تعالی کے حکم سے سر انجام دیں گے، اس کی نشانی یہی ہے کہ ان کے پاس جبریل علیہ السلام آیا کریں گے، آپ ﷺ اس کے مطابق عمل فرماتے تا کہ اہلِ کتاب کو یقین ہو کہ آپ ﷺ وہی نبی آخر الزمان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حدیثِ اِفک[111] میں آپ ﷺ نے چالیس دن تک کچھ نہ فرمایا: جب تک نزولِ وحی نہ ہوا۔ اس پر یہودیوں نے کہا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی بات از خود کہتے تو اس موقعہ سے بڑھ کر کوئی موقعہ نہ تھا۔ مزید تفصیل فقیر کی شرح "البخاری موسوم الفیض الجاری" میں دیکھئے۔

---

[110] وہ احادیث جن میں میں الفاظ رَسُولُ اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے ہوتے اور مضمون اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ ط۔ ضیائی

[111]) وہ حدیث جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی جانب سے تہمت لگائی گئی تھی۔ ط۔ ضیائی

سوال: مفسرین نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب نزولِ وحی ہوتا تو آپ ﷺ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرما دیتے ان کے اِتمام (مکمل ہونے) کا انتظار نہ فرماتے، حفظ میں جلدی کرتے، اس خوف سے کہ کہیں کوئی مضمون رہ نہ جائے۔ آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ خاموشی سے سنیں، جب تک آپ ﷺ کے دل میں وحی کا القاء و سمع مکمل نہ ہو، آپ ﷺ جلدی نہ کریں۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تَعْجَلْ بِٱلْقُرْءَانِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰٓ إِلَيْكَ وَحْيُهُۥ (112)

ترجمہ: آپ ﷺ قرآن میں جلدی نہ کریں قبل اس کے کہ آپ ﷺ پر وحی کا القاء پورا نہ ہو جائے۔

پھر آپ ﷺ اسے پڑھتے جایئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دل میں راسخ ہو جائے۔

جواب: بعض عارفین نے فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام، اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ علم کا حصول صحیح ہے یہاں پر گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ جبریل علیہ السلام سے قرآن لیجئے ایسے طور پر کہ گویا آپ ﷺ نے اس سے ہی لیا ہے۔

ولا تسابق بما عندك منا من غير واسطة وأكابر المحققين يسمون هذه الجهة التي هي عدم الوسائط بالوجه الخاص والفلاسفة ينكرون هذا الوجه ويقولون لا ارتباط بين الحق والموجودات الا من جهة الأسباب والوسائط فليس عندهم ان يقول الإنسان أخبرني ربي اي بلا واسطة وهم مخطئون في هذا الحكم فانه لما كان ارتباط كل ممكن بالحق من حيث الممكن من جهتين جهة الوحدة وجهة الكثرة وجب ان تكون جهة الوحدة بلا واسطة وهو الوجه الخاص وجهة الكثرة بواسطة وهو الوجه العام ولما كان نبينا عليه السلام أكمل الخلق في جهة الوحدة لكون احكام كثرته وإمكانه مستهلكة بالكلية في وحدة الحق واحكام وجوبه كان يأخذ عن الله بلا واسطة اي من الوجه الخاص وكان ينعبغ في قلبه ما يريد الحق ان يخبره به فاذا جاءه الكلام من جهة الوسائط اي من الوجه العام بصور الألفاظ والعبارات التي استدعتها احوال المخاطبين كان يبادر اليه بالنطق به لعلمه بمعناه بسبب تلقيه أيار من حيث اللاواسطة لينفس عن نفسه ما يجده من الكربة والشدة التي يلقاها مزاجه من التنزل الروحاني فان الطبيعة تنزعج من ذلك للمباينة الثابتة بين المزاج وبين الروح الملكي فعرف الحق نبينا عليه السلام ان القرآن وان أخذته عنا من حيث معناه بلا واسطة فان انزالنا إياه مرة اخرى من جهة الوسائط يتضمن فوائد زائدة منا مراعاة إفهام المخاطبين به لان الخلق المخاطبين بالقرءان حكم ارتباطهم بالحق انما هو من جهة سلسلة الترتيب والوسائط كما هو الظاهر بالنسبة الى أكثرهم فلا يفهمون عن الله الا من تلك الجهة ومنها معرفتك اكتساء تلك المعاني العبارة الكاملة وتستجلى في مظاهرها من الحروف والكلمات فتجمع

---

112) طٰہٰ:۱۱۴

بين كمالاته الباطنة والظاهرة فيتجلى بها روحانيتك وجسمانيتك ثم يتعدى الأمر منك الى أمتك فيأخذ كل منهم حصته منه علما وعملا[113] (روح البیان، صفحہ ۲۴۹، جلد ۹)

ترجمہ: جو کچھ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کوئی سَبقَت (پہل) کرنے والا نہیں (کہ اس سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے کسی نے کچھ لیا ہو) اور مُحَقِّقِین اکابِر اس عَدَمِ وَسائط کی جِہَت کو وَجہِ خاص سے موسُوم کرتے ہیں،[114] اور اس وَجہِ خاص کے فلاسِفہ (فلسفی) مُنکِر ہیں (ایسے ہی وہابی، دیوبندی، مُجَدِّدی بھی)۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ مَوجُودات (خلق) میں، اَسبَاب (ملائکہ) کے بغیر، (برائے راست) حَق (اللہ تعالیٰ) کے درمیان میں اور کوئی رابِطہ نہیں[115]۔ وہ کہتے ہیں: یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی کہے: مجھے میرے رَبّ تعالیٰ نے بِلا واسِطۂ مَلَک (فرشتے کے واسطے کے بغیر) خَبَر دی ہے۔

ان (فلاسفہ اور وہابیّہ وغیرہ) کی دلیل و دَعویٰ (مطالبہ) غلط ہے، کیونکہ ہر مُمکِن (ممکنہ مخلوق) کا رابِطہ حَق (اللہ) سے دو طرح ہوتا ہے 1:۔ جِهَةُ الوَاحِدَةِ 2۔ جِهَةُ الکَثْرَةِ۔ تو لازم ہے کہ جِهَةُ الوَاحِدَةِ بلا واسطہ ہو، اور یہ وجہِ خاص ہے۔ اور جِهَةُ الکَثْرَةِ، واسطے کے ساتھ ہو، یہ وَجہِ عَام ہے اور ہمارے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو خاص اور تمام مخلوق سے اَکمَل (کامل ترین) ہیں، اور کَثرت کے تمام اَحکام (احکام) اور جُملہ مُمکِنات (تمام ممکنات) وحدۃُ الحَقّ (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت) میں فَنا (محو) پانے والی ہیں۔ اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وُجوب کے جو احکام، اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ حاصِل ہوتے ہیں، بوجہِ خاص، اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قَلبِ اَطہَر (پاک دل) پر اُترتا تھا۔ وہ عِلم جس کی اللہ تعالیٰ خَبَر دینا چاہتا، جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاں کَلام آتا، وَسائط (فرشتے کے واسطے) سے اور جِہَتِ عام (عام طریقے) سے، صُوَرِ اَلفاظ (الفاظ کی صورت میں) اور ان عِبارَات میں جو مُخاطَبِین (خطاب سننے والوں) کے اَحوال (حالات) کے داعِی (مطابق) ہیں، تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان الفاظ سے گُفتگو فرماتے اور ان کے مَعَانی کا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو علم بھی ہوتا۔ اُس سَبَب (وجہ) سے، جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بِلا واسطہ حاصل تھا، تاکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُس کُربَت (تنگی) و شِدَّت سے آسانی پائیں، جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مِزَاجِ اَقدَس کو تَنَزُّلِ رُوحانی (وحی کے نزول) کی وجہ سے ہوتی۔ اس لیے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس تَنَزُّل سے پریشانی لاحق ہوتی، اس لیے کہ مِزَاجِ اَقدَس اور رُوحِ مَلَکی (فرشتہ صفت روح) کے درمیان سَباعِیَّہ (سات درجے کا فاصلہ) ہے۔ خُلاصہ یہ کہ، اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قُرآن کا عِلم خود عَطا فرمایا ہے، اور فرمایا کہ: اے حَبِیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! آپ نے مجھ سے قُرآن مِن حَیثُ المَعنَی (بطور معنی) بلا وَاسِطہ حاصِل کیا، پھر اگر ہم نے اسے دوبارہ نَازِل (اتارا) کیا وَسائط (واسطوں) سے، تو اس میں مزید فَوائِد (فائدے) ہیں، جو مُخَاطَبِین (سننے والوں) کے اَفہَام (سمجھنے) کی رِعَایَت (لحاظ) پر مَبنی ہیں۔ "اس لیے، قُرآن کے مُخَاطَبِین (خطاب کے سننے والے) کے رابِطے بالحق (اللہ سے تعلق) کے اَحکَام، تَرتِیب و وَسائط (واسطوں) کے سِلسِلہ سے ہوتا ہے، جیسے کہ ان کے اکثر کے لیے ظاہر ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اِسی سِلسِلہ کے بغیر سمجھ نہیں سکتے کہ ان مَعَانی کو عِبارَتِ کَامِلَہ (مکمل الفاظ) کی پُوشَاک (لباس) سے سمجھا جاتا ہے، اور حُرُوف و کَلِمَات کے مَظاہِر (ظاہری صورتوں) میں رَوشَن (ظاہر) ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں کَمَالَاتِ بَاطِنَہ (باطنی کمالات) و ظَاہِرَہ (ظاہری کمالات) کا اِجتِمَاع ہوا، اور اسی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رُوحانِیَّت و

---

113) روح البیان، القیامۃ: الآیات ۱۷ الی ۱۹، ۱۰/۲۴۸، الناشر: دار الفکر – بیروت

114) یعنی وہ صورت جس میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے برائے راست اللہ تعالیٰ سے قرآن لیا اس کو وَجہِ خاص کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ ط ضیائی

115) یعنی موجودات اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تعلق قائم کرنے کا ذریعہ فقط ملائکہ ہی ہیں، ان کے بنا تعلق محال ہے۔ ط ضیائی

جِسمانیّت دونوں مُتَجَلّی (ظاہر) ہوئیں، جو مُتَجَاوِز ہو کر اُمَّت میں مُؤثِّر (اثر ڈالنے والی) ہوئیں۔ آپ ﷺ سے اُمَّت کا ہر فَرد (ہر شخص) علم وعَمَل سے اپنا حِصَّہ حاصِل کرتا ہے۔

فائدہ: لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ الخ[116] میں تعلیم و تادیب ہے، تعلیم تو یہ ہے کہ اس طرف اشارہ ہے کہ جِہت الوَاحِدَۃ کا باب اکثر لوگوں پر بند ہے، وہ اللہ تعالی سے اسی طرح سمجھ سکتے ہیں جو ان کے حال کے مناسب ہے یعنی وسائط و کثرتِ امکانیہ کی جہت سے اور تادیب یہ ہے کہ جب وحی لانے والے جبریل علیہ السلام، اللہ تعالی سے وحی لاتے ہیں تو اس میں جو سبقت کرے گا تو تعجیل (جلد بازی) کہی جائے گی اور ظاہر ہو گا کہ وحی لانے والے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ یقینا ادب کے خلاف ہے بالخصوص معلّم و مرشد کے سامنے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لا تحرک به لسانک الخ درمیان میں بطریقِ اسطراد (ضمنی طور پر) واقع ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعجال (جلد بازی)، بطریقِ اول (وحی) بلاواسطہ کے اعتبار سے، ہر نزولِ وحی کے وقت واقع ہوتا تھا اور چونکہ آپ ﷺ کو اِس سورۃ کے نزول تک روکا نہ گیا تھا اسی لیئے آپ ﷺ ہر (وحی کے) نزول کے وقت عجلت (جلدی) کرتے تھے، اسی لئے آپ ﷺ کو روکا گیا لا تحرک به لسانک الخ۔ یعنی پھر آپ ﷺ کو اسی طرح مامور کیا گیا جیسے لوگوں سے خطابِ عام ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مدرس و معلّم جب شاگرد کو جیسے کوئی مسئلہ سمجھانا شروع ہو لیکن شاگرد ایسے کام میں مشغول ہو جائے جو درس کے لائق نہ ہو تو معلّم اسے فرمائے گا کہ اس مشغولیت کو چھوڑ اور اس طرف متوجہ ہو جو میں کہہ رہا ہوں۔ جب شاگرد مکمل طور پر متوجہ ہو گا تو معلم مسئلہ کی تکمیل فرمائے گا۔ اس قاعدہ کے مطابق کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب تک صراحۃً (واضح طور پر) کسی امر سے روکا نہ جاتا، آپ ﷺ اپنے مناسب حال پر عمل فرماتے، یہاں بھی ایسے ہوا کہ آپ ﷺ چونکہ علمِ لدنّی سے قرآن مجید کے پہلے سے عالم تھے، اس لئے آپ ﷺ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھ لیتے تھے، جس کو بظاہر حضور علیہ السلام کے بھول جانے کے خطرہ پر محمول کیا گیا حالانکہ یہ بات نہ تھی۔

"لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ الخ " میں تَعْلِیم (سکھانے) وتَاْدِیب (تربیت) ہے۔ تَعْلِیم تو یہ ہے کہ اس طرف اِشَارہ ہے کہ جِهَةُ الوَاحِدَة کا بَاب (دروازہ) اکثر لوگوں پر بَند ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اُسی طرح سَمَجھ سکتے ہیں جو ان کے حَالِ (حالات کے مطابق) کے مُنَاسِب (موافق) ہے، یعنی وَسَائِط (واسطے) و کَثْرتِ اِمکَانِیَّة (ممکنہ کثرت) کی جِهَت (سمت) سے اور تَاْدِیب (تربیت) یہ ہے کہ جب وَحِی لانے والے جِبرِیل عَلَیهِ السَّلَام، اللہ تعالیٰ کی وَحِی لاتے ہیں، تو اس میں جو سَبقَت (جلدی) کرے گا تو تَعْجِیل (جلد بازی) سمجھی جائے گی، اور ظاہر ہو گا کہ وَحِی لانے والے کی کوئی ضَرُورَت نہیں، اور یہ یقینا اَدَب کے خِلَاف ہے، بالخصوص مُعَلِّم (استاد) و مُرشِد (رہنما) کے سامنے۔ اس سے معلوم ہوا کہ "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ "الخ درمیان میں بِطَرِیقِ استطرداد (ضمنی بات کے طور پر) واقع ہے، اور چونکہ رَسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیهِ وَسَلَّم سے استعجال طَرِیقِ اَوَّل (پہلا طریقہ، یعنی وحی بلاواسطہ حاصل کرنا) کے اعتبار سے، ہر نُزُولِ وَحِی (وحی کے نازل ہونے) کے وقت واقع ہوتا تھا، اور چونکہ آپ کو اس سورہ کے نُزُول تک رُوکا (منع) نہ گیا تھا، اسی لیے آپ ہر نزولِ وَحِی کے وقت عَجَلَت (جلدی) کرتے تھے، اسی لیے آپ کو روکا (منع کیا) گیا ":لَا تُحَرِّكْ بِهٖ "الخ۔ یعنی پھر آپ کو اُسی طرح مَاْمُور کیا گیا (حکم دیا گیا) جیسے لوگوں سے خِطَابِ عَام (عام خطاب) ہوتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مُدَرِّس (استاد) و مُعَلِّم (معلم) جب شَاگرد (طالب علم) کو کوئی مَسئَلَہ سمجھانا شروع کرے، لیکن شاگرد ایسے کام میں مَشْغُول (مصروف) ہو جائے جو دَرس (تعلیم) کے لائق نہ ہو، تو مُعَلِّم اسے فرمائے گا کہ اس مَشْغُولِی

---

116) (القیامہ:١٦)

(مصروفیت) کو چھوڑو اور اس طرف مُتَوَجِّہ (متوجہ) ہو جو میں کہہ رہا ہوں۔ جب شاگرد پُورے مُتَوَجِّہ ہو گا تو معلم مَسئَلَہ کی تکمیل فرمائے گا۔ اس قاعِدَہ (اصول) کے مطابق ہے کہ رَسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جب تک صَرَاحَۃً (واضح طور پر) کسی اَمر (حکم) سے روکا نہ جاتا، آپ اپنے مُنَاسِبِ حَال (اپنے مناسب طریقے) پر عمل فرماتے۔ یہاں بھی ایسے ہی ہوا کہ چونکہ آپ عِلمِ اللَّدنِی (اللہ کی طرف سے عطا کردہ علم) سے قُرآنِ مَجِید کے پہلے سے عَالِم (واقف) تھے، اس لیے آپ جِبرِیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ ساتھ پَڑھ (تلاوت) لیتے تھے، جسے بظاہر حُضُور عَلَیْہِ السَّلَام کے بُھول جانے کے خطرے پر مَحمُول (مرتب) کیا گیا، حالانکہ یہ بَات نہ تھی۔

وصلی اللہ تعالی علی حبیبه الکریم وعلی آله واصحابه اجمعین

فقط والسلام

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفر له

یکم جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ، بروز پیر قبل صلوۃ العصر